مفت تقسیم کے لیے

اخلاقیات

آٹھویں جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ
جام شورو

طبع کنندہ: ماریہ پرنٹرز، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو محفوظ ہیں

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو

منظور شدہ: صوبائی محکمہ تعلیم و خواندگی حکومت سندھ

تصحیح شدہ: صوبائی کمیٹی برائے جائزہ کتب بیورو آف کریکیولم و توسیع تعلیم ونگ سندھ، جام شورو

بمراسلہ نمبر: ایس او(جی-آئی)ای اینڈ ایل/ کریکیولم 2014-کراچی، گورنمنٹ آف سندھ ایجوکیشن اینڈ لٹریسی ڈپارٹمنٹ- مؤرخہ 07 دسمبر 2016ء

بطور واحد اخلاقیات کی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

نگرانِ اعلیٰ: آغا سہیل احمد (چیئرمین سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)

نگران: عبدالباقی ادریس السندی

مصنّفین: ☆ رضا وسیم ☆ ڈاکٹر پنکی وسیم

ایڈیٹرز: ☆ پروفیسر ڈاکٹر سید محسن نقوی ☆ ڈاکٹر محمد انس راجپر ☆ نیاز احمد راجپر
☆ عبدالباقی ادریس السندی

صوبائی جائزہ کمیٹی

☆ محترم انجنیئر اے ایل جگرو ☆ محترم افضل جیکب ☆ محترم یونس مسیح
☆ محترم نکھٹ سنگھ ☆ محترم گنیش مل

پروف ریڈنگ: ثناء اللہ قاسمی

کمپوزنگ و لے آؤٹ ڈزائننگ: ☆ نور محمد سمیجو

مفت تقسیم کے لیے

فہرستِ مضامین

باب سوم: پاکستان میں مذہبی تہوار

باب چہارم: اخلاقی اَقدار

باب پنجم : شخصیات

پیش لفظ

"اخلاقیات برائے جماعت ہشتم" آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی بنیاد پاکستان کے ممتاز ماہرین تعلیم اور علماء کرام کے ترتیب دیے ہوئے ریوائزڈ نیشنل کریکیولم ۲۰۰۶ء پر استوار کی گئی ہے۔ ۲۰۰۶ء کا یہ نصاب انتہائی جامع اور متن کے لحاظ سے انتہائی پُر تنوّع ہے۔ مثال کے طور پر اخلاقیات کی کتابوں میں قدیم یا غیر معروف مذاہب کو پڑھانے کی روایت موجود نہ تھی، لیکن اس نصاب میں کنفیوشس ازم اور تاؤمت جیسے مذاہب کو شامل کیا گیا۔ یا معاشرتی اخلاقیات کی بات کی جائے تو صرف پاکستانی معاشرے نہیں بلکہ بین الاقوامی دنیا کا شہری ہونے کی نسبت سے طلباء کو ان کے حقوق و ذمے داریوں سے متعارف کروایا گیا ہے۔

مصنفین نے نصابِ ہذا کو پاکستانی معاشرے کے لئے ایک نعمت جان کر اس کتاب کے اسباق انتہائی محنت اور تحقیق کے بعد مُدوّن کیے ہیں۔ اسباق تحریر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل بنیادی امور کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

۱۔ طلباء میں وطن عزیز سے محبت کی روح پروان چڑھے اور وہ عملی زندگی میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اپنا کر ایک مہذب، انصاف پسند اور با اخلاق معاشرے کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کریں۔

۲۔ طلباء یہ ذہن نشین کرلیں کہ اُن کے ارد گرد موجود لوگوں کی زبان، مذہب یا ثقافت اُن سے مختلف ہو سکتی ہے۔ تاہم اسے اختلاف سمجھنے کی بجائے تَنوّع سمجھا جائے۔ یہ تنوع حکمتِ پروردگارِ عالم انسانی معاشرے کا حسن ہے۔

امید ہے کہ طلباء میں احترام آدمیت اور دوسرے مذاہب کے ادب احترام کا جذبہ پیدا ہوگا اور برداشت ورواداری کے کلچر کو فروغ ملے گا۔ ہمارے طلباء دنیا سے الگ تھلگ ہو کر نہیں بلکہ بین الاقوامی برادری کے کندھوں سے کندھا ملا کر با اعتماد اور ذمے دار گلوبل شہری کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کریں گے۔ مُصنّفین، اساتذہ کرام سے مُلتمس ہیں کہ ہر سبق پڑھانے سے پہلے خوب اچھی طرح پڑھ لیں اور ممکن ہو تو متعلقہ موضوع کی حوالہ جاتی کتب کا مطالعہ بھی کیجئے۔

کوشش کیجئے کہ طلباء کو زیادہ سے زیادہ ہم نصابی سرگرمیاں میسر آسکیں، طلباء کے درمیان مثبت گفتگو ہو اور مکالمہ بین المذاہب کو فروغ ملے۔

التماس دعا

مُصنّفین

باب اول

مذاہب کا تعارف

۱- انسانی ترقی میں مذہب کا کردار

آپ ساتویں جماعت میں پڑھ چکے ہیں کہ انسان اور خاندان کے متعلق مذہب کیا تعلیم دیتا ہے۔ اب آپ جانیں گے کہ انسان اور معاشرے کے درمیان مذہب کیا تعلق قائم کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کبھی آپ کے ذہن میں یہ خیال آتا ہو کہ انسان کے لیے مذہب آخر کیوں ضروری ہے۔ اس کا جواب کسی مفکر نے یوں دیا ہے: ''انسانی معاشرے اور اس پوری دنیا میں امن اور نظم وضبط قائم رکھنے کی کنجی مذہب ہی ہے''۔ آپ سوچیں گے کیسے؟ ذرا غور کیجیے۔ دنیا میں جب کوئی قانون نہیں تھا اس وقت مذہب ہی نے انسان کو معاشرے کی اہمیت اور اس میں رہنے کے طور طریقے متعین کر کے دیے۔ مثال کے طور پر شریعت موسوی دیکھ لیجیے۔ ابراہیمی مذاہب میں سے یہ پہلی شریعت ہے اور حضرت موسیٰ کو ملنے والے دس احکامات میں سے پہلے پانچ انسان کے مالکِ حقیقی اور اپنے خاندان کے ساتھ تعلق کے بارے میں تعلیم دیتے ہیں اور آخری پانچ احکام معاشرے میں رہنے کے آداب سے متعلق ہیں۔ ''منوسمرتی'' میں دیے ہوئے دھرم کے دس لکشنوں (علامات) پر عمل پیرا ہونے سے محترم مفکر کا قول سچ ثابت ہوگا۔

انسانی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات ثابت ہے کہ لوگوں کو اپنے اندر روحانی اوصاف پیدا کرنے اور انھیں معاشرے کی فلاح کے لیے ایثار کرنے کا سبق مذہب ہی نے سکھایا ہے۔ اگر انسان دوسروں کے لیے ایثار نہ کرے، ضرورت مندوں پر ترس نہ کھائے، عدل نہ کرے، دوسروں کی فلاح کے لیے نہ سوچے تو معاشرہ کبھی ترقی نہیں کرے گا بلکہ ایک ہی جگہ منجمد رہے گا۔ جس طرح ٹھہرے ہوئے پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اگر معاشرہ ترقی کرنے کے بجائے اپنی جگہ پر جامد ہو جائے تو ایسا معاشرہ بھی رہنے کے قابل نہیں رہتا۔

۲- سماجی بہبود

انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ سماج ومعاشرے سے الگ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے دنیا کے تمام مذاہب نے اس بات پر زور دیا کہ انسان جس سماج میں رہتا ہے اس کی بھلائی کا سامان کرے۔ بائبل مقدس، قرآن مجید، وید، اوستا، گرو گرنتھ صاحب جی، پُران الغرض سب مقدس کتابوں میں بار بار ایک بات پر زور دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ یتیموں، بیماروں، ضرورت مندوں، ناداروں اور پردیسیوں کی ضروریات پوری کی جائیں۔ بائبل مقدس میں لکھا ہے: "ہم میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی کو اس کی بہتری کے واسطے خوش کرے تاکہ اُس کی ترقی ہو۔ چونکہ مذہب سماج کی ترقی میں فرد کا کردار دیکھنا چاہتا ہے اس لیے ہر مذہب نے اس کے لیے ایک نظام ترتیب دیا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسلام میں زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے، بودھ مت میں دان کا تصور ہے، سکھ مت میں دس وندھ یعنی دس فی صد، مسیحیت میں دہ یکی یا "دسواں حصہ" کا نظام ہے، ہندو مت میں دشما بھاگ وِرت موجود ہے۔ یعنی یہ عہد کرنا کہ انسان اپنی کمائی میں سے دس فیصد غریبوں کے لیے دان کر دے گا۔ مذہب انسان کو تلقین کرتا ہے کہ مالکِ حقیقی جب اسے اپنی برکات سے نوازے اور وسائل عطا کرے تو وہ معاشرے کے ناداروں اور مساکین کو فراموش نہ کرے بلکہ ایثار سے کام لے اور اپنے وسائل کا کچھ حصہ مالکِ حقیقی کی مخلوق کے لیے وقف کر دے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق انسانیت کی فلاح اور بہتری کے لیے ضرور اپنے وسائل میں سے دوسروں کا حصہ نکالیں۔ اس سے نہ صرف مالکِ حقیقی خوش ہوتا ہے بلکہ ہمارے اپنے اندر اطمینان اور حقیقی خوشی جنم لیتی ہے۔

پیارے بچو! ضروری نہیں کہ سماج کی ترقی میں اپنا کردار صرف پیسے ہی سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو آپ کو طرح طرح کے ضرورت مند نظر آئیں گے۔ ہو سکتا ہے کسی بچے کا بہت جی چاہتا ہو کہ وہ بھی تعلیم حاصل کر سکے لیکن اس کے حالات اجازت نہ دیتے ہوں۔ آپ شام میں کچھ وقت نکال کر ایسے بچوں کو پڑھنا لکھنا

سکھا سکتے ہیں۔ جو لوگ بیمار ہیں آپ ان کے آرام کا خیال رکھ سکتے ہیں۔ جو لوگ ذہنی امراض کا شکار ہیں ان کی خدمت کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا مذاق نہ اڑایا جائے، انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اُن کی کسی اچھے ڈاکٹر تک رہنمائی کی جائے۔

یاد رکھیے:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

(خواجہ میر دردؔ)

انسانی ترقی میں مذہب نے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک مشہور مذہبی مفکر کے بقول انسانی معاشرے اور اس پوری دنیا میں امن اور نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے مذہب ضروری ہے۔ ابراہیمی مذہب کی سب سے پہلی شریعت میں بھی جو احکامات دیے گئے ان میں سب سے زیادہ احکامات اس سلسلے میں ہیں کہ اچھے معاشرے کی تکمیل کے لیے انسان کا رہن سہن کیسا ہونا چاہیے۔ مذاہب عالم نے معاشرے کی ترقی کے لیے انسان کو ایثار کا سبق دیا۔ دنیا کی تمام مقدس کتابیں ضرورت مندوں اور ناداروں کی مدد کرنے کے لیے زکوٰۃ، دہ یکی، دان، دشما بھاگ وِرت وغیرہ ادا کرنے کی تعلیمات پر زور دیتی ہیں۔ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ معاشرے کی ترقی کے لیے مذہبی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ انسانی ترقی کے لیے مذہب کی اہمیت وافادیت بیان کیجیے۔

۲۔ سماجی بہبود کے لیے مذاہب کن باتوں پر عمل کی تلقین کرتے ہیں؟

۳۔ سماجی بہبود کے لیے ہم اپنا کردار کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ ابراہیمی مذاہب کی پہلی شریعت -------------ہے۔

۲۔ معاشرے کی فلاح کے لیے ایثار کا سبق ----------نے دیا۔

۳۔ معاشرے کے ناداروں، مسکینوں اور یتیموں کی مدد کے لیے مذہبِ اسلام میں-------کا حکم دیا گیا۔

۴۔ مسیحیت میں اپنی کمائی کا کچھ حصہ غریبوں کے لیے نکالنا--------کہلاتا ہے۔

۵۔ ہندومت میں اپنی کمائی کا دس فی صد حصہ دینا--------کہلاتا ہے۔

۶۔ منوسمرتی میں دھرم کی--------علامات دی گئی ہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ مذہب نے انسان کو معاشرے کی اہمیت اور رہنے کے طور طریقے سکھائے۔	
۲۔ انسان کو سماج میں رہتے ہوئے اس کی بھلائی کے لیے کوشش کرنا چاہیے۔	
۳۔ موسوی شریعت میں حضرت موسیٰ کو ملنے والے احکام کی تعداد بیس ہے۔	
۴۔ انسانیت کی فلاح اور بہتری کے لیے اپنے وسائل میں سے دوسروں کا حصہ نکالنا چاہیے۔	
۵۔ سماج کی ترقی کے لیے ہم اپنا کردار پیسوں کے ذریعے ہی ادا کر سکتے ہیں۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
وصف (ج) اوصاف	خوبیاں
ایثار	اپنے اوپر کسی دوسرے کو ترجیح دینا
فراموش کرنا	بھول جانا
جامد	رک جانا، آگے نہ بڑھنا، ترقی نہ ہونا
کروبی (ج) کروبیاں	فرشتے

۳۔ تعمیرِ کردار

مذہب صرف سماج کی تعمیر و ترقی سے بحث نہیں کرتا بلکہ اس سے پہلے فرد کے اپنے کردار کی تعمیر پر زور دیتا ہے۔ انسانی تاریخ کے ابتدائی دور کی بات کی جائے تو انسان جنگلوں میں رہتا تھا۔ قبائلی طرز زندگی گزارتا تھا۔جہاں زندگی گزارنے کے لیے بہت سی مشکلات تھیں۔ مثلاً سخت سردی اور گرمی سے خود کو بچانا۔ خوراک کے حصول کے لیے ہاتھ سے بنے ہوئے تیر کمان یا بھالوں سے پیدل بھاگتے ہوئے شکار کرنا۔ اس طرح کے حالات میں وسائل کم اور مشکل سے دستیاب ہوتے تھے۔بعض دفعہ پس ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی جستجو میں دشمنی بھی جنم لیتی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر تُو تکار ہو جاتی اور تلواریں نکل آتیں۔ لوگ ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھ لیتے اور نسل در نسل جنگیں چلتی رہتیں۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قانون تھا۔ ایسے میں لوگوں کے درمیان اصلاح کا فریضہ مالکِ حقیقی کے بھیجے ہوئے انبیاء ہی نے ادا کیا۔ اگر آج بھی مذہب یا نیکی کی تلقین اور آخرت کا خوف معاشرے سے اٹھ جائے تو معاشرہ پھر جنگل جیسا ہی بن جائے گا۔ معاشرہ چونکہ افراد سے مل کر بنتا ہے اس لیے دنیا کا ہر مذہب سب سے پہلے فرد کو نیکی کی تلقین کرتا ہے کیونکہ اگر سب افراد راہِ راست پر چلنے لگیں تو معاشرہ مثالی بن جائے گا۔ ہندومت (سناتن دھرم) کے مطابق جب جب دھرم کا زیان اور ادھرم کا فروغ ہوتا ہے، تب تب مالک حقیقی اوتار لے کر ادھرم کا خاتمہ کر کے دھرم کو اچھی طرح سے برپا کرتے ہیں۔

اچھا انسان بننا

دنیا کے تمام مذاہب کی تعلیمات کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عقائد: یعنی کیا مانا جائے، کس چیز پر ایمان لایا جائے

۲۔ اعمال: یعنی کیسے کام کئے جائیں۔ ہندومت میں ان دونوں کو ''دھرما'' اور ''کرما'' کہتے ہیں۔

عقیدے کا اعمال سے تعلق بہت گہرا ہے۔ایک مثال سے اس بات کو سمجھئے۔فرض کیجئے ایک شخص ایمان لے آئے کہ مالکِ حقیقی سب کچھ دیکھ رہا ہے، چاہے وہ کھلم کھلا کیا جائے یا چھپ کر۔ایسا شخص برائی کرنے سے ڈرے گا۔لیکن جو شخص اس بات پر ایمان نہ لائے وہ کسی برائی سے نہیں ڈرے گا۔دنیا کے تمام مذاہب نے اپنے ماننے والوں کو اچھاانسان بننے کے لیے صرف عقائد کی تعلیمات نہیں دیں اور نہ ہی کوئی شخص صرف عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مکتی پائے گا۔عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے تمام مذاہب یہ تعلیم بھی دیتے ہیں کہ فرد اپنی اصلاح کرے، جھوٹ نہ بولے، دھوکہ نہ دے، چوری نہ کرے، کامیابی کے لیے غلط ذرائع استعمال نہ کرے۔ حضرت سلیمان بن داؤد کی کتاب جامع (واعظ) کے آخر میں مالکِ حقیقی کا فرمان یہ ہے:

''حاصل کلام یہ ہے کہ مالکِ حقیقی سے ڈراور اس کے حکموں کو مان۔''

گویا ساری حکمت کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں مالکِ حقیقی کا خوف رکھے اور جو حکم مالکِ حقیقی نے دیے ان پر عمل کرے۔دنیا کے باقی سارے مذاہب کی تعلیم بھی بالکل یہی ہے۔سب انسان کو اچھا بننے کی تلقین کرتے ہیں۔ ہندومت میں کرما کا فلسفہ موجود ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان اگر اچھے کام کرے گا تو مکتی پائے گا اور اگر برے کام کرے گا تو اسے اعمال کے حساب سے دوسرا جنم دیا جائے گا اور شریمد بھگود گیتا جی نے کام، کرودھ، لوبھ کو واضح طور نرک کے دئار (دروازے) کہا ہے۔ سکھ مت کی مثال لیجئے۔ سکھ مت کی تعلیم ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو مکتی پانے سے روکتی ہیں:

(۱) اہنکار یعنی غرور (۲) کام یعنی بے جا خواہشات (۳) کرودھ یعنی طیش، غصہ (۴) لوبھ یعنی لالچ
(۵) موہ یعنی دنیا سے جڑے رہنا (۶) من مکھ یعنی اپنے آپ میں مگن رہنا (۷) مایا یعنی مال کی محبت

اسی طرح سے مسیحیت میں ایسے کاموں سے منع کیا گیا ہے۔بائبل مقدس میں مرقوم ہے:

''اب جسم کے کام تو ظاہر ہیں یعنی حرامکاری، ناپاکی، شہوت پرستی، بت پرستی، جادوگری، عداوتیں، جھگڑا، حسد، غصہ، تفرقے، جدائیاں، بدعتیں، بغض، نشہ بازی، ناچ رنگ اور ان کی مانند۔''

گویا فرد کو ان تمام برائیوں سے بچ کر اپنے کردار کی تعمیر کرنی ہے۔

بنی نوع انسان کی عزت کرنا

ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کی عزت کی جائے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری واقعی عزت کی جائے تو بائبل مقدّس کا ایک اصول یاد رکھئے:

''کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمھارے واسطے ناپا جائے گا۔''

دوسروں کی عزت کریں گے تو آپ کی بھی عزت ہو گی۔ اس سلسلے میں کچھ اہم اصول ذہن نشین کر لیجئے۔

۱۔ سب انسان مالکِ حقیقی کی مخلوق ہیں۔ خالق کو اپنی مخلوق سے بہت محبت ہوتی ہے اس لیے مالکِ حقیقی کی نگاہ میں ان کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ ہمیں بھی ہر انسان کی قدر کرنی چاہیے۔

۲۔ ممکن ہے کہ دوسرے انسانوں کے عقائد آپ سے مختلف ہوں۔ اگر ایسا ہے تو وہ ان کا اور مالکِ حقیقی کا معاملہ ہے۔ آپ عقیدے کی وجہ سے کسی کو کم تر کبھی نہ سمجھیں۔

۳۔ ممکن ہے کچھ لوگ آپ کی نسبت غریب ہوں۔ اگر ایسا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مالکِ حقیقی نے آپ کو اپنی نعمتوں سے زیادہ نوازا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کا فرض ہے کہ اپنی برکات میں دوسروں کو شریک کریں۔

۴۔ کوئی آپ سے بات کرے تو اس کی بات پوری توجہ سے سنیں۔ یہ بھی دوسروں کی عزت کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

۵۔ کچھ بولنے اور کرنے سے پہلے سوچئے کہ آپ کا عمل یا آپ کی بات کا دوسروں پر کیا اثر مرتب ہو گا۔

۶۔ کسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ممکن ہے کہ لوگ آپ سے اتفاق نہ کریں۔ اگر ایسا ہے تو دوسروں کو اختلاف کرنے کا حق دیجئے۔ اختلاف کو کبھی بھی لڑائی جھگڑے کی وجہ مت بنائیے۔ ہم نظریاتی اختلافات رکھتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے دوست ہو سکتے ہیں کیونکہ تمام مخلوقات میں صرف انسان ہی سوچتے ہیں۔

عالمی برادری کا رکن ہونے کی حیثیت سے انسان کا کردار

پرانے وقتوں میں ای میل، فون، انٹرنیٹ، فیس بک، سکائیپ، واٹس اپ (Whatsapp)، وائبر، اِمو (Imo) یہ سب نہیں ہوا کرتے تھے۔ ایک ملک کے لوگوں کو دنیا کے دوسرے علاقوں سے رابطہ کرنے میں بہت دشواری پیش آتی تھی۔ پیغام رسانی کا ذریعہ خط و کتابت ہی تھا۔ کبھی تو خط پہنچنے میں ہفتوں بلکہ مہینوں لگ جاتے تھے۔ آج صورت حال ویسی نہیں رہی۔ آج ذرائع ابلاغ بہت ترقی کر گئے ہیں۔ دنیا کے دوسرے کونے پر بیٹھے ہوئے شخص

سے یوں بات کی جاسکتی ہے جیسے آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں اور دنیا کو اب ایک گلوبل ولیج یا عالمی گاؤں کہا جاتا ہے۔

اب ہم صرف اپنے ملک کے شہری نہیں بلکہ اس گلوبل ولیج کے شہری بھی ہیں۔ ہمیں اقوامِ عالم کا رکن ہونے کی حیثیت سے اپنا کردار سمجھنا چاہیے۔

۱۔ دوسری قوموں کے ساتھ میل جول سے ہمارے اور ان کے درمیان کچھ نقطۂ نظر مختلف ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اپنا نقطہ ہائے نظر دوسروں پر تھوپنے کی بجائے یا ان کا نقطۂ نظر خود پر لاگو کرنے کی بجائے پہلے ان کا نقطۂ نظر سمجھنا ہوگا۔ اگر مناسب لگے تو ممکن ہے کہ مسئلے کا کوئی مثبت حل نکل آئے۔ اگر ہم یہ ذمے داری ادا نہ کریں گے تو اختلافات جنگ و جدل میں بھی بدل سکتے ہیں۔

۲۔ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم ثقافتی تَنوُّع کو سمجھیں۔ دنیا کی دوسری ثقافتیں ہم سے مختلف ہیں۔ ہمیں ان ثقافتوں کی عزت کرنی ہے۔

۳۔ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم دنیا کی دوسری تہذیبوں کے ساتھ رابطے اور تعلقات استوار کریں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم تنہا رہ جائیں گے۔

۴۔ ہم پر یہ بھی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ ہم عالمی مسائل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یعنی وہ مسائل جن کا سامنا پوری دنیا کو ہے، مثلاً: گلوبل وارمنگ اور دہشت گردی وغیرہ ۔ اگر ہم ان مسائل ہی کو نہ سمجھیں گے تو عالمی شہری ہونے کی حیثیت سے ان کا کوئی حل بھی پیش نہیں کر سکیں گے۔

۵۔ ہم پر یہ ذمے داری بھی عائد ہوتی ہے کہ بین الاقوامی معاہدوں کی نہ صرف خود پاس داری کریں بلکہ دوسروں میں بھی اس کا شعور پیدا کریں۔ مثال کے طور پر ہمارے ملک پاکستان نے رامسر معاہدے پر دستخط کئے ہوئے ہیں۔ اس معاہدے کی رو سے ہم بین الاقوامی دنیا میں پابند ہیں کہ جھیلوں اور دیگر آبی ذخیرہ گاہوں کی حفاظت کریں تاکہ ان کا قدرتی ماحول متاثر نہ ہو۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سے اس سلسلے میں جو ممکن ہو وہ کریں۔

۶۔ ہم پر یہ بھی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ دنیا بھر کے پسے ہوئے اور ظلم کے شکار لوگوں کے لیے آواز اٹھائیں کیونکہ انصاف سب کا حق ہے۔

سبق کا خلاصہ

مذہب میں انسانی کردار کی تعمیر کی بہت اہمیت ہے۔ نیکی کی تلقین اور برائی کا خاتمہ، آخرت کا خوف جیسی بے شمار چیزیں معاشرے کو جنگل بننے سے روکتی ہیں۔ معاشرہ کیونکہ افراد کا مجموعہ ہے اس لیے مثالی معاشرہ تب ہی قائم ہو سکتا ہے جب فرد راہِ راست پر چلے۔ اچھا انسان بننے کے لیے عقائد اور اعمال دونوں اہم اور لازم و ملزوم ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں انسان کو دل میں مالکِ حقیقی کا خوف رکھنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

دوسروں کی عزت کرنا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے خواہ ان کے عقائد آپ سے مختلف ہوں یا ان کا سماجی مرتبہ آپ سے کم تر ہو یا آپ سے کوئی اختلاف رکھتے ہوں، ہر صورت میں آپ کو اپنے قول و فعل سے دوسروں کی عزت و احترام کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ہمیں اقوام عالم کا رکن ہونے کی حیثیت سے بھی اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔ اپنے نقطۂ نظر کو زبردستی دوسری قوموں پر لاگو نہیں کرنا چاہیے۔ دنیا کی دوسری ثقافتوں کی عزت کرنی چاہیے۔ ان کے ساتھ رابطے استوار کر کے تعلقات کو بہتر بنانا چاہیے۔ عالمی مسائل کو سمجھنے اور ان کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ اچھا انسان بننے کے لیے مذہب میں کن چیزوں کی تلقین کی گئی ہے؟

۲۔ دوسروں کی عزت کرنا کیوں ضروری ہے اور ایسا کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

۳۔ گلوبل ولیج کا شہری ہونے کی حیثیت سے کن چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ عقیدے کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے بہت گہرا تعلق ہے۔

۲۔ ہم نظریاتی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہو سکتے ہیں۔

۳۔ اچھے کام کی جزا اور برے کام کی سزا کے لیے ہندو مت میں۔۔۔۔۔۔۔کا فلسفہ موجود ہے۔

۴۔ گلوبل وارمنگ ایک اہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

۵۔ دنیا کو اب ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہا جاتا ہے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔	ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ہماری ذمے داری ہے۔	
۲۔	دوسری ثقافتیں ہم سے مختلف ہیں اس لیے ان سے اختلاف رکھنا ضروری ہے۔	
۳۔	دوسروں کی عزت کریں گے تو آپ کی عزت ہو گی۔	
۴۔	سکھ مت کی تعلیم کے مطابق مکتی کے لیے بیس چیزیں ضروری ہیں۔	
۵۔	دنیا کا ہر مذہب فرد کو نیکی کی تلقین کرتا ہے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
دشمنی	انسانوں کے بیچ عداوت وار مخالفت پیدا ہونا
تو تکار	تلخ کلامی، برا بھلا کہنا
جس کی لاٹھی اس کی بھینس	یہ محاورہ ہے اس کا مطلب ہے طاقت ور کی بات ہی درست تسلیم ہو گی چاہے، وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔
تلقین	نصیحت کرنا

راہِ راست	سیدھی راہ
دھرما اور کرما	عقیدہ اور اعمال
مکتی پانا	نجات پانا، جنم مرن کے چکر سے چھٹکارا پانا۔
گلوبل ویلیج	گلوب کرۂ ارض کو کہتے ہیں ۔ ذرائع مواصلات کی ترقی کی وجہ سے دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا ایک گاؤں کی مانند ہو گئی ہے۔
لاگو کرنا	کسی چیز کا اطلاق کرنا،اس پر عمل درآمد کرنا
جنگ وجدل	لڑائی بھڑائی، دنگا فساد
ثقافتی تنوّع	ایک دوسرے سے مختلف ہونا تنوع کہلاتا ہے۔ ثقافتی تنوع سے مراد یہ ہے کہ تہذیبیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔
گلوبل وارمنگ	ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے زمین کا اوسط درجۂ حرارت بڑھتا جارہا ہے۔ اسے گلوبل وارمنگ یا ارضیاتی تپش کہتے ہیں۔

باب دوم

مذاہبِ عالَم

ا۔ کنفیوشس ازم

ہم جس دنیا میں رہتے ہیں وہ مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ تمام مذاہب اپنے اپنے طریقے سے نیکی کی تلقین کرتے ہیں۔ اچھائی کا راستہ اپنانے کی تعلیم دیتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب برائی کا سبق نہیں دیتا۔ اس لیے ہمیں تمام مذاہب کی عزت کرنی چاہیے۔ ہر مذہب کے ماننے والوں سے محبت کرنی چاہیے۔ آپ اس سے پہلے بودھ مت اور پارسی مت کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ اب آپ پڑوسی ملک چین میں جنم لینے والے دو مذاہب کے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

ا۔ کنفیوشس ازم ٢۔ تاؤ ازم

اس مذہب کی ابتداء چین میں پیدا ہونے والے فلسفی حضرت کنفیوشس نے کی۔ آپ ۵۵۱ قبل مسیح میں چین کی لو (LU) نامی ریاست میں پیدا ہوئے جو چین کے موجودہ صوبے جزیزہ نما شین ڈونگ کے قریب واقع ہے۔ آپ کا اصل نام کونگ زی (Kong Qiu) تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ کنفیوشس یورپی مسیحیوں کی تخلیق ہے جو ۱۸۶۰ء میں چین میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ یہ لفظ غیر مسیحی چینیوں کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق آج دنیا کے لگ بھگ پچاس لاکھ لوگ اس مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔

تعارُف

حضرت کنفیوشس (551BC – 470BC) کے متعلق زیادہ تر معلومات ہمیں ان مخطوطات سے ملتی ہیں جو ۴۰۳ تا ۲۲۱ قبل مسیح سے تعلق رکھنے والی وارنگ ریاست سے متعلق ہیں۔ اس زمانے میں چینی قوم سیاسی طور پر متحد نہیں تھی۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف حالتِ جنگ میں رہا کرتی تھیں۔ ''شی'' قدیم چین میں علماء کا ایک طبقہ تھا جو اپنے وقت کے عالم اور انتظامی امور میں ماہر ہوتے تھے۔ سلطنت کے امور چلانے میں ان کا مشورہ بہت اہم ہوتا تھا۔ کنفیوشس کا تعلق بھی اسی شی طبقے سے تھا۔

جب قبائلی زمین داروں کو جنگ میں شکست ہوئی اور وارنگ سلطنتوں کے راجاؤں پر بھی زوال آیا تو شی برادری کے علماء کو راجاؤں کی سرپرستی حاصل نہ رہی، چنانچہ غربت اور خانہ بدوشی ان کا مقدر ٹھہری۔ تاہم ان کی عظیم علمی روایت کے سبب کچھ راجاؤں نے ان کی قدردانی جاری رکھی جو ان کے علم سے فائدہ اٹھا کر سیکھنا چاہتے تھے کہ عہدِ رفتہ کا قومی اتحاد کیسے بحال کیا جائے۔

جس زمانے میں کنفیوشس کے ہم عصر فلسفی انڈیا میں فلسفیانہ بحثوں میں مصروف تھے، کنفیوشس اس زمانے میں روزمرہ کی زندگی کے بارے میں سوچتے تھے۔ وہ بڑی بڑی فلسفیانہ باتوں مثلاً کائنات کی ابتداء کب ہوئی، موت کے بعد کیا ہوگا وغیرہ پر نہیں سوچتے تھے، بلکہ اس طرح کا سوال ان سے پوچھا جاتا تو فرمایا کرتے:

> ''ہمیں ابھی تک یہ ہی پتہ نہیں کہ انسان کی خدمت کیسے کرنی ہے تو پھر بھلا ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ روحوں کی خدمت کیسے کی جائے؟ ہم اب تک زندگی کے متعلق ہی نہیں جان سکے، تو موت کے بارے میں ہمیں کیا پتہ ہوگا؟''

یہی وجہ ہے کہ کنفیوشس مت میں موت کے بعد زندگی کے بارے میں کوئی تعلیم موجود نہیں۔ کنفیوشس ازم مکمل طور پر انسان، انسانیت، خاندانی زندگی، سماجی اخلاقیات اور اچھی حکمرانی کی تعلیمات کے اردگرد گھومتا ہے۔ حضرت کنفیوشس کا فرمان ہے: ''استاد اور حکمران سماج کے لیے اہم نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں''۔ ریاست کے متعلق آپ نے فرمایا کہ: ''اچھی حکومت جبر اور سزا کے بجائے فلاح اور اصلاح کرتی ہے''۔

آپ کے زمانے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ انسان کی عظمت اس کے سماجی رتبے کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ اور جو انسان جتنے بڑے گھرانے سے ہوگا اتنا ہی اخلاقی طور پر اچھا ہوگا۔ اس کے برعکس حضرت کنفیوشس تمام انسانوں کے کامل ہونے پر یقین رکھتے تھے۔ آپ نے اس خیال کی سختی سے مذمت کی کہ کچھ لوگ دوسروں سے افضل ہوتے ہیں۔

حضرت کنفیوشس ۴۷۰ ق۔م کو رحلت فرما گئے۔ انتقال کے فوراً بعد ان کو سرکاری اور اعتدال پسند حلقوں میں شاہی استاد کا شرف بخشا گیا اور اعلیٰ ترین شاہی اعزاز پس از مرگ ان کا مقدر بنا۔ مزید یہ کہ "ہن" گھرانے کے پہلے شہنشاہ نے ان کی قبر پر حاضری دی۔ ۱۹۰۶ء میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے ان کو زمین و بہشت کے دیوتاؤں کے مساوی درجہ عطا کیا گیا۔

کتابیں

کنفیوشس مذہب کے بانی کونگ زی نے اپنے پیچھے کوئی کتاب نہیں چھوڑی۔ ان سے منسوب کتابیں ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگردوں نے ان کی تعلیمات جمع کرکے ترتیب دیں۔ کنفیوشس مت کی مقدس کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

اینالیکٹس(Lunyu)

اینالیکٹس کنفیوشس مت کی سب سے زیادہ جانی پہچانی کتاب ہے۔ حالاں کہ اس کو کنفیوشس صحائف میں بعد میں شامل کیا گیا تھا۔ یہ کتاب بزرگ استاد کونگ کے اپنے شاگردوں اور ہم عصر لوگوں کو دیے گئے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس میں وہ روایات بھی شامل ہیں جو ان کے شاگردوں کو دوسرے ذرائع سے حاصل ہوئیں۔

پنج کلاسکس/کلاسیکی ادب(Wujing)

ووجنگ یا پنج کلاسک دراصل پانچ چھوٹے چھوٹے صحائف کا مجموعہ ہے جن میں بالترتیب یی *Yi*، شی *Shi*، شُو *Shu*، لی *Li* اور چن قن *Chunqiu* شامل ہیں۔ ان کے موضوعات میں تغیر کائنات، شاعری، مذہبی رسوم، سال بہ سال بہار و خزاں کا بیان وغیرہ شامل ہیں۔

چار کتابیں/چہار دفتر(Sishu)

ہائو چنگ اور یی چنگ نامی دو بھائیوں نے لی جی، لن یو، مینگ زی اور زونگ یونگ نامی چار کتابوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اسے چینی زبان میں "سی شُو" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے چار کتابوں کا مجموعہ۔ ان میں مناجات، رسوم وغیرہ کا بیان ہے۔

عقائد

کنفیوشس مت میں اگلے جہاں کی بجائے اِس دنیا پر زور دیے جانے کی وجہ ان کے ایمان کا ایک منفرد نکتہ ہے۔ ان کا اس بات پر ایمان ہے کہ انسان بنیادی طور پر اچھا ہے، اسے سکھایا جاسکتا ہے۔ ذاتی یا گروہی کوششوں سے اس کی شخصیت میں بہتری پیدا کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً انسان کی ذاتی کوشش اور ارادے کو بہت اہمیت کا حامل مانا جاتا ہے۔

کنفیوشس مت انسانی تعلقات اور رشتوں ناطوں کے ادب واحترام پر بہت زور دیتا ہے۔ ان کے ہاں بادشاہ اور رعایا، باپ اور بیٹے، استاد اور شاگرد، بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی اور دوست کے دوست سے تعلقات کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں۔ یہ ادب واحترام صرف زندگی میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

ان کے ہاں تعلیم دی جاتی ہے کہ جو سلوک آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ نہ ہو، آپ بھی دوسروں کے ساتھ ویسا سلوک نہ کریں۔

قدیم چین میں لوگ اپنے اجداد کی روحوں کی پوجا کیا کرتے تھے، کنفیوشس نے اس کی اجازت دی تاکہ معاشرے میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔

کنفیوشس عقیدے میں مُندَرجہ ذَیل نکات پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

۱۔ لی: اس میں رسوم، آداب اور اخلاقی درستگی شامل ہے

۲۔ ہسیائو: خاندان میں محبت، اولاد کے لیے والدین کی محبت، اور والدین کے لیے اولاد کی محبت

۳۔ یی: راست بازی

۴۔ شین: ایمانداری اور اعتماد

۵۔ جین: اس میں رفاہ عامّہ، دوسروں کے ساتھ انسان دوست رویّہ شامل ہے۔

۶۔ چنگ: ریاست کے ساتھ وفاداری

۷۔ تاؤ: وہ راستہ جس پر وفادار انسان چلتا ہے۔

کنفیوشس مت نے چین، تائیوان، ہانگ کانگ، مکائو، کوریا، جاپان اور ویت نام کی تہذیبوں پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ سنگاپور ایک لمبے عرصے تک چین کے زیر تسلّط رہا، اس لیے وہاں بھی کنفیوشس مت کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

کنفیوشس ازم میں اصلاحات:

''نظریہ بنیاد'' اور ''نظریہ دماغ'' دونوں ہی کنفیوشس ازم میں اصلاحات کی غمازی کرتے ہیں۔ وے ''اشیاء و فعل پر مرکوز'' فکر کو دانش حاصل کرنے کے مارگ یا وسیلے کے طور پر سکھاتے ہیں۔ بالکل بصیرت حاصل کرنے کے راستے سے بھی روشناس کراتے ہیں۔

کنفیوشس ازم کی ابتداء چین سے ہوئی۔ اس کے بانی حضرت کنفیوشس کا تعلق شی (علماء) طبقے سے تھا۔ ان کی تعلیمات میں موت کے بعد کی زندگی کے متعلق کوئی فلسفہ موجود نہیں، کیونکہ ان کے خیال میں ہم زندگی کے بارے میں ہی مکمل طور پر نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک کوئی انسان دوسرے سے افضل نہیں، بلکہ سب انسان کامل ہیں۔ کنفیوشس ازم کی مقدس کتابیں اینالیکٹس، کلاسیکی ادب اور چار کتابیں ''سی شُو'' ہیں۔ ان کے بنیادی عقائد میں ریت رواج، ادب، بہتر اخلاق، خاندان، اولاد اور والدین کی آپس میں محبت، راست بازی، ایمان داری اور ریاست کے ساتھ وفاداری شامل ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

۱۔ کنفیوشس ازم کے بنیادی عقائد کیا ہیں؟
۲۔ کنفیوشس ازم سے منسوب کتب کے بارے میں تفصیل سے لکھئے۔
۳۔ کنفیوشس ازم کا تعارف اپنے الفاظ میں بیان کیجئے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ کنفیوشس ازم کی ابتداء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے کی۔
۲۔ حضرت کنفیوشس کا تعلق چین کے ایک طبقے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے تھا۔
۳۔ کنفیوشس ازم کی سب سے زیادہ مشہور کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔
۴۔ پنج کلاسک۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا مجموعہ ہے۔
۵۔ حضرت کنفیوشس۔۔۔۔۔۔۔قبل مسیح میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریاست میں پیدا ہوئے۔
۶۔ حضرت کنفیوشس کا انتقال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ق۔م میں ہوا۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ کنفیوشس عقائد میں انسانیت اور اس کی فلاح پر زور دیا جاتا ہے۔	
۲۔ چنگ سے مراد ریاست کے ساتھ وفاداری ہے۔	
۳۔ شی قدیم چین میں مزدور طبقہ تھا جو بہت محنت کرتا تھا۔	
۴۔ کنفیوشس ازم میں فلسفۂ موت پر تفصیلی بحث ملتی ہے۔	
۵۔ حضرت کنفیوشس تمام انسانوں کے کامل ہونے پر یقین رکھتے تھے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
مخطوطہ (ج) مخطوطات	ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب
سلطنت کے اُمور	ریاست کے کام
مُقدّر ٹھہرنا	کسی کی قسمت میں ہونا
عہدِ رفتہ	گزرا زمانہ
ہم عصر	ایک زمانے کے لوگ
تغیّرِ کائنات	کائنات میں ہونے والی تبدیلیاں
مُناجات	دعائیں، گزارشات جو مالکِ حقیقی کے حضور کی جائیں۔
رفاہِ عامّہ	عام لوگوں کی فلاح اور بھلائی
اصلاح (ج) اصلاحات	درستی
غمّازی	چغل خوری، جاسوسی، اشارہ کرنا
روشناس	واقف کاری
مرگ	موت
مساوی	برابر
بصیرت	دل کی بینائی، دانائی

۲- تاؤازم

کنفیوشس مت کی طرح تاؤازم بھی قدیم چین کا ایک مذہب ہے۔اس کے بانی ایک چینی فلسفی لاؤزے تھے۔ ''تاؤ'' قدیم چینی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں راستہ۔

تاؤازم کی نگاہ میں تاؤ ساری مخلوق کا بنیادی سرچشمہ اور قوت ہے۔وجود رکھنے والی ہر ایک چیز اپنی نشو نما کے لیے اس کی مرہون منت ہے۔(wu-wei)وو—ویئ،(Non-action)عدمِ عمل والے اپنے تصوّر یا قیاس کے بدولت وہ اس طرز کی متفکر و مستغرق کیفیت کو پھیلاتا ہے، جس میں دنیوی سرگرمیوں کا اونچے درجے کا احتراز ہو۔ یہ کیفیت کنفیوشس ازم سے کافی مختلف ہے۔

تعارف
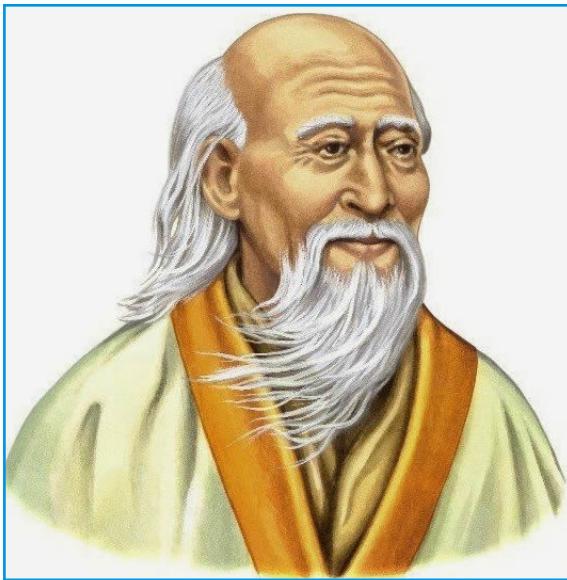
لاؤزے کے حالاتِ زندگی کے متعلق پہلی کتاب ایک چینی مؤرِخ نے ۱۰۰ قبل مسیح میں لکھی تھی۔ چینی زبان میں آپ کے نام لائوتزو کا مطلب ہے بزرگ اُستاد۔ آپ ''چو'' نامی ریاست میں پیدا ہوئے۔آپ کا نام ''ار'' تھا، جبکہ خاندانی نام ''لی'' تھا۔ گویا آپ کا پورا نام ''ارلی'' تھا۔

آپ کے زمانے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض تاریخ نگاروں کا ماننا ہے کہ آپ کا زمانہ تقریباً وہی ہے جو کنفیوشس مت کے بانی کا تھا۔ تاہم کچھ تاریخ نگاروں نے آپ کا زمانہ ۶۰۰ قبل مسیح بیان کیا ہے۔ کنفیوشس کی طرح آپ بھی ''شی'' طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور ایک بڑے عالم اور فلسفی تھے۔روایات کے مطابق آپ نے دو سو سال کی زندگی پائی۔

کتابیں

تاؤتی چنگ

تاؤمت کی دو کتابیں مشہور ہیں۔ اس مذہب کے بانی لاؤتزو کے نام سے ایک کتاب منسوب ہے جسے ''لاؤتزی'' یا ''تاؤتی چنگ'' کہا جاتا ہے۔ چین کی تاریخ میں اس کتاب نے اتنی شہرت حاصل کی کہ اسے تاؤتی چنگ کہا جانے لگا، جس کا مطلب ہے نیکی اور سیدھی راہ۔ اس کتاب کی شہرت چین سے نکل کر چہار سُو میں پھیل گئی۔ کہا جاتا ہے کہ بائبل کے بعد یہ وہ کتاب ہے جس کا دنیا کی سب سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہوا۔

یہ مختصر سی کتاب چینی زبان کے پانچ ہزار الفاظ پر مشتمل ہے اور اسے اکیاسی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زندگی گزارنے کے بارے میں نصیحتیں، کائنات کے بارے میں شاعری وغیرہ اس کے موضوعات ہیں۔ تاؤمت کے پیروکار مُکمّل روحانی زندگی گزارنے کے لیے اس کتاب کو بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب کا پہلا یورپین ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا تھا جو ۱۸ویں صدی میں یسوعی مشنریوں نے کیا۔

چوانگ تزو

تاؤمت کی دوسری مشہور کتاب چوانگ تزو ہے۔ اگرچہ یہ تاؤتی چنگ کے بعد چھپی، لیکن اس کی تألیف کا کام پہلے شروع ہو گیا تھا۔ یہ بہت سارے لوگوں کے اقوال زریں کا مجموعہ ہے۔

بنیادی تعلیمات

آپ نے پڑھا ہے کہ ''تاؤ'' کے لفظی معنی راستہ ہیں۔ تاہم تاؤمت کے شارحین کے مطابق یہ لفظ اس معنی تک محدود نہیں۔ اس کے معنی اصول، ضابطۂ حیات، ایک نظام، ایک طرزِ زندگی یا پھر فطرت ہو سکتے ہیں۔ تاؤمت یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ انسان کو ''تاؤ'' کے خلاف عمل نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور اس سے ہم آہنگی پیدا کرنی چاہیے۔ تاؤ کو کسی صورت میں مات نہیں دی جاسکتی۔ اس سے موافقت پیدا کر لینے میں ہی بھلائی ہے۔ مضبوط ترین چٹانوں کی بھی مثال لی جائے تو وہ بھی وقت کے آگے بے بس ہو جاتی ہیں۔

تاؤمت اپنے پیروکاروں کو تعلیم دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے ذاتی فائدے کی بجائے یہ دیکھے کہ معاشرے کو کس چیز سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہر شخص نیکی کی جستجو کرے اور ایثار کا مظاہرہ کرے۔ تاؤمت میں تلقین کی گئی ہے کہ حد سے زیادہ خواہشات نہ کرو اور ایسی توقعات مت کرو جو پوری نہ ہو سکتی ہوں۔

انسان کے لیے سادگی اور فطری پن قابل ترجیح قرار دیا گیا ہے اور تشدد سے گریز کی تعلیم دی گئی ہے۔ چوانگ تزو میں ایک مشہور قول ہے کہ :

''انسان جیسی فطرت مت پیدا کرو بلکہ جدوجہد کرو کہ تمھارے اندر مالکِ حقیقی جیسی فطرت پیدا ہو جائے۔''

تاؤمت کی تعلیم ہے کہ دنیا ایک روحانی کشتی ہے۔ آپ اسے کچھ نہیں کر سکتے، نہ ہی اسے پکڑ کر رکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ نے اس میں تبدیلی کی کوشش کی تو یہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اسے پکڑے رکھا تو آپ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ گویا کہ زندگی کو جاری و ساری رہنا چاہیے۔

تاؤمت اطمینان کو زندگی کا حاصل قرار دیتا ہے۔ اس لیے وہ زور دیتا ہے کہ زندگی کیسے گزاری جائے۔ ان کا ایمان ہے کہ اگر آپ کو زندگی میں اطمینان مل گیا تو زندگی آسان ہو گئی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا کی ساری مخلوقات کی ابتداء ایک ہی ذریعے سے ہوئی۔ تاؤ عقیدے کے مطابق فطرت مہربان نہیں ہے، بلکہ فطرت کا اصول ہے کہ طاقتور کمزور کو شکار کر لیتا ہے۔

تاؤازم قدیم چین کا ایک مذہب ہے، جس کے بانی ایک چینی فلسفی لاؤزے تھے۔ آپ کا تعلق ''شی'' (علماء) طبقے سے تھا۔ بعض لوگوں کے خیال میں آپ کنفیوشس کے ہم عصر تھے اور بعض کے خیال میں ان کا زمانہ کنفیوشس سے پہلے کا ہے۔ تاؤمت کی دو مشہور کتابیں لائو تزی یا ''تاؤتی چنگ'' اور ''چوانگ تزو'' ہیں۔ تاؤتی چنگ نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور اس کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے۔ اس میں زندگی گزارنے کے بارے میں نصیحتیں اور کائنات کے بارے میں شاعری موجود ہے۔ ''چوانگ تزو'' تاؤمت کے بزرگوں کے اقوال زریں کا مجموعہ ہے۔ تاؤمت کے بنیادی عقائد میں دنیا کی تمام مخلوق کا ایک وسیلے سے پیدا ہونا، ذاتی فائدے پر اجتماعی فائدے کو فوقیت دینا، نیکی کی جستجو اور خواہشات کو محدود رکھنا شامل ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

ا۔ تاؤ ازم کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

۲۔ تاؤمت کی مشہور کتابوں پر مختصر نوٹ لکھئے۔

۳۔ تاؤ ازم کی بنیادی تعلیمات اور عقائد پر پانچ سطریں تحریر کریں۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

ا۔ تاؤازم کے بانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھے۔

۲۔ تاؤقدیم چینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہیں۔

۳۔ لاؤزے سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نامی ایک کتاب منسوب ہے۔

۴۔ اقوال زریں پر مشتمل کتاب کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

۵ ۔۔۔کتاب کا بائبل مُقدّس کے بعد دنیا کی سب سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہوا۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

ا۔ تاؤتی چنگ کتاب کا پہلا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا۔	
۲۔ تاؤمت کے مطابق تمام مخلوقات کی ابتداء ایک ہی ذریعے سے ہوئی۔	
۳۔ چینی زبان میں لائوتزو کا مطلب زندگی کا راستہ ہے۔	
۴۔ تاؤازم یونان کا قدیم ترین مذہب ہے۔	
۵۔ تاؤتی چنگ کا مطلب ہے آپ کا بھلا ہو۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
تاریخ نگار	تاریخ لکھنے والے
چہار سُو	چاروں طرف
یسوعی مشنری	کیتھولک مشنریوں کا ایک طبقہ جو انگریزی میں Jesuits کہلاتا ہے۔
تالیف	کسی کتاب کے چھپنے سے پہلے اس کے مختلف حصوں کو ایک ساتھ جمع کرنا
مات دینا	شکست دینا
نشوونما	پھلنا پھولنا
مرہونِ منت	احسانمند، شکر گذار
مُتفکّر	فکر مند، اُداس
اِحتراز	پرہیز
کیفیت	حالت، رنگ ڈھنگ
مُستَغرق	ڈوبا ہوا

باب سوم

پاکستان میں مذہبی تہوار

وطنِ عزیز پاکستان مختلف مذاہب کی آماجگاہ ہے۔ یہاں کئی مذاہب کے لوگ صدیوں سے مل کر ایک ساتھ رہ رہے ہیں۔ تمام مذاہب کے اپنے اپنے خوشی کے تہوار ہوتے ہیں۔ آپ اس سے پہلے پچھلی کلاسوں میں ہولی، ایسٹر، نوروز وغیرہ کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ تین مختلف تہواروں کے متعلق پڑھیں گے۔

۱۔ دیوالی ۲۔ جنم اشٹمی ۳۔ بیساکھی

۱- دیوالی

لفظ دیوالی اصل میں سنسکرت زبان کے لفظ'' دیپ والی'' سے نکلا ہے۔ دیپ کے معنی ''روشنی'' یا ''دیا'' جب کہ ''والی'' کے معنی ''قطار'' یا ''رو'' ہوتے ہیں۔ یوں دیوالی کے لفظی معنی ہوئے ''روشنیوں کی قطار''۔ یہ تہوار ہندی کیلنڈر کے مہینے ''کاتک'' کے پہلے پندرہواڑے کے آخری دو دنوں میں منایا جاتا ہے۔ بعض لوگ تین دن تک دیوالی مناتے ہیں۔ ایسے لوگ کاتک مہینے کی تیرہ تاریخ ''دھن تیرس'' سے اس تہوار کا آغاز کر دیتے ہیں جس کے بعد چودہ تاریخ کو ''نرک چوَدس'' منایا جاتا ہے۔ اور پندرہویں روز دیوالی کی تقریبات ختم ہو جاتی ہیں۔

بچو! آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہو گا کہ دیوالی کیوں منائی جاتی ہے۔ اس کے متعلق دو مختلف روایات پُرانوں میں ملتی ہیں۔

۱۔ پرماتما وشنو کے ساتویں اوتار شری رامچندر جی جب دھرم پتنی سیتا جی اور چھوٹے بھائی لکشمن جی کے ساتھ چودہ سالہ بنواس (جلاوطنی) کاٹ کر دیوتاؤں کو دکھ دینے والے اور سیتا جی کو دوکھے سے ہَرنے (اغوا کرنے) والے راون کو موت کے گھاٹ اتار کر، اپنی سلطنت کے صدر مقام ایودھیا میں لوٹ کر آئے، تب ایودھیا کے لوگوں نے اپنے راجا کی واپسی اور راون سے نجات کی خوشی میں پورے راج کو دیوں سے روشن کر دیا۔ زمین پر ہر طرف دیے نظر آرہے تھے تو اُدھر آسمان پٹاخوں اور پھل جڑیوں سے روشن ہو گیا۔

۲۔ کچھ روایات کے مطابق یہ دن لکشمی دیوی اور بھگوان وشنو کی شادی کا دن ہے۔ اس لیے ان کے بھگت اس دن دیے جلا کر اور پٹاخے پھوڑ کر خوشیاں مناتے ہیں۔

دیوالی کی رسوم

دیوالی کے روز مٹی کے دیے جلائے جاتے ہیں، جنھیں سنسکرت میں ''دیپ'' کہتے ہیں۔ ان دیوں میں تیل بھرا ہوتا ہے اور یہ تاریکی کے اوپر روشنی کی فتح کی علامت ہیں۔ بعض لوگ دیوں میں دیسی گھی جلاتے ہیں۔ جو دیسی گھی نہیں خرید پاتے وہ سرسوں کے تیل سے جلاتے ہیں۔ یہ دیے پوری رات جلائے جاتے ہیں۔ اس موقع پر گھروں کو صاف ستھرا کیا جاتا ہے تاکہ دیوی لکشمی کو خوش آمدید کہا جا سکے۔ اس موقع پر بری روحوں کو ڈرا کر بھگانے کی غرض سے پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں۔ دیوالی کے روز لوگ صاف ستھرے کپڑے پہنتے ہیں۔ اس موقع پر دوستوں اور رشتے داروں کے ساتھ مٹھائیوں اور حلووں کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔

بعض علاقوں کے لوگ اگلے دن تیل سے غسل کرتے ہیں اور نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو دیوالی کی بدھائی دیتے ہوئے پوچھتے ہیں: ''کیا آپ نے گنگا اشنان کر لیا''؟ دراصل یہ صبح سویرے تیل سے غسل کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ اس روز تیل سے غسل کرنے کو وہ لوگ گنگا جل میں اشنان کرنے کی طرح سمجھتے ہیں۔ دریائے گنگا کو سیال حالت میں بہتی ہوئی دیوی مانا جاتا ہے۔

ہندو دھرم میں برہم مہورت کے سمے نیند سے بیدار ہو جانا بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ ایسا کرنا نہ صرف صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے بلکہ اس سے اخلاقی نظم وضبط، کام میں چستی اور دوسرے روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دیوالی کے روز بھی صبح سویرے بیدار ہونا بہت شبھ سمجھا جاتا ہے۔

لکشمی دیوی کی پوجا

برّصغیر پاک وہند کے بیشتر علاقوں میں دیوالی فصل کی کٹائی کا موسم ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے۔ کسان سالِ گزشتہ میں ملنے والی فصل کا شکر ادا کرتے ہیں اور آنے والے سال کے لیے اچھی فصل کی دعا کرتے ہیں۔ یوں کہنا درست ہوگا کہ اصل میں یہ مالی سال کا اخیر ہوتا ہے۔ لکشمی جی کیونکہ دھن و دولت اور خوشحالی کی دیوی مانی جاتی ہیں اس لیے اس موقع پر ان کی پوجا کی جاتی ہے تاکہ آئندہ سال بھی ان کا آشیرباد حاصل رہے۔

پُرانوں میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ اس روز ''لکشمی پنچ مُکھ'' آسمانوں سے اتر کر ہماری دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ وشنو، اِندر، کُبیر، گجندر اور لکشمی جی اس پنچ مکھ کے عناصرِ خمسہ ہیں۔

بعض ہندو تاجروں کا یہ دستور ہے کہ وہ نئے بہی کھاتے کھولنے کا آغاز دیوالی کے روز کرتے ہیں۔ اس موقع پر آنے والے سال میں خوشحالی اور کامیابی کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس روز گاؤدھن کی پوجا بھی کی جاتی ہے اور بڑے پیمانے پر غریب لوگوں میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس روز سب آس پڑوس کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں۔ کوئی کسی کے لیے اجنبی نہیں رہتا۔ لوگ اپنی دشمنی تک بھول کر ایک دوسرے کو گلے سے لگا لیتے ہیں۔ یہ تہوار لوگوں کو ایک دوسرے سے جوڑنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جن لوگوں کے کان روحانی آواز سن سکتے ہیں انھیں یقیناً یہ آواز آتی ہو گی:

''اے بھگوان کے بھگتو، سب ایک ہو جاؤ اور سب سے پیار کرو۔''

دیوالی کا تہوار ہندی کیلنڈر کے کاتک مہینے میں منایا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق رام جی کی راون کو ختم کرنے کے بعد واپسی کی خوشی منانے کے لیے ہر طرف دیپ، پھل جڑیاں اور پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق یہ لکشمی دیوی اور بھگوان وشنو کی شادی کا دن ہے۔ لکشمی جی دھن دولت اور خوشحالی کی دیوی ہیں۔ اس لیے اس دن لوگ مٹی کے دیے جلاتے ہیں اور بری روحوں کو بھگانے کے لیے پٹاخے چلاتے ہیں۔ اگلے دن صبح سویرے تیل سے غسل کر کے نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ کسان گزشتہ سال حاصل ہونے والی فصل کا شکر ادا کرتے ہیں اور آئندہ اچھی فصل اگنے کی دعا کرتے ہیں۔ سب لوگ گلے شکوے بھلا کر ایک ہو جاتے ہیں۔ گاؤدھن کی پوجا کے بعد غریبوں میں لنگر بھی تقسیم کیا جاتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

۱۔ دیوالی کب اور کیوں منائی جاتی ہے؟

۲۔ دیوالی کی رسوم مختصراً بیان کیجئے۔

۳۔ دیوالی میں لکشمی جی کی پوجا کیوں کی جاتی ہے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ دیوالی کا تہوار۔۔۔۔۔۔۔۔مہینے میں منایا جاتا ہے۔

۲۔ بعض روایات کے مطابق دیوالی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور بھگوان وشنو کی شادی کا دن ہے۔

۳۔ لکشمی جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی دیوی ہیں۔

۴۔ لکشمی پنچ مکھ میں وشنو، اِندر،۔۔۔۔۔۔۔۔۔، گجندر اور۔۔۔۔۔۔شامل ہیں۔

۵۔ دیوالی کے روز ہندو تاجر نئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کھولتے ہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ دیوالی نیپالی زبان کا لفظ ہے۔	
۲۔ دیوالی میں دیے پوری رات جلائے جاتے ہیں۔	
۳۔ دیوالی فصل کی کٹائی کا موسم شروع ہونے کا اعلان ہے۔	
۴۔ دیوالی پر گاؤدھن کی پوجا بھی کی جاتی ہے۔	
۵۔ لکشمی جی سورج کی دیوی ہیں۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
آماجگاہ	گھر، رہنے کی جگہ
پندرہواڑہ	مہینے کے تیس دن کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کو پندرہواڑہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں پندرہ دن ہوتے ہیں۔
دھن تیراس	چاند کی تیرہویں تاریخ
نرک چوداس	چاند کی چودہویں تاریخ
پُران	ہندومت کی تاریخی کتابیں جن میں پرانے وقتوں کی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔
راج	سلطنت
بدھائی	مبارک باد دینا
گنگا اشنان	دریائے گنگا میں غسل کرنا
سَیّال	مائع، بہنے والا
برہم مہورت	صبح چار بجے کا وقت
شُبھ	مبارک، سعد
بہی کھاتے	بیاض یا ڈائری جس میں مہاجن اپنا حساب کتاب لکھتے ہیں۔

۲۔ جنم اشٹمی (بھگوان کرشنا کا جنم دن)

جنم اشٹمی بھگوان کرشنا کا جنم دن ہونے کے ناطے ہندو مت کا ایک بہت مقدس تہوار ہے۔ جنم اشٹمی ہندی کیلنڈر کے چھٹے مہینے یعنی ''بھادوں'' کے تاریک پاکھ کے آٹھویں روز منایا جاتا ہے۔ انگریزی کیلنڈر پر یہ تہوار اگست یا ستمبر میں پڑتا ہے۔ اسے ''ستم اٹھم''، ''شری کرشنا جے انتی'' اور گوکلا اشٹمی بھی کہتے ہیں کیونکہ شری کرشنا جی کا ایک لقب گوپال بھی ہے یعنی گائے پالنے والے۔ آپ نے اکثر ایک بھگوان کی مورتی دیکھی ہوگی جو گائے کے ساتھ کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھ میں ایک بانسری ہوتی ہے۔ یہی بھگوان کرشنا جی ہیں۔

ہندو عقیدے کے مطابق مالک حقیقی (پرماتما) ادویت، نِرگُن، نِراکار ہیں۔ وہ ہی اپنی اِچھا سے یوگ مایا کو وَش میں کرکے برہما، وشنو اور شِو جی بنتے ہیں۔ برہما پیدا کرتے ہیں، وشنو پالتے ہیں اور شِو جی خاتمہ کرتے ہیں۔ پرماتما وشنو جی کے دس مُکھیہ اوتاروں میں سے بھگوان شری کرشنا جی آٹھویں اور سب سے زیادہ مشہور اوتار ہیں اور یہ بھی مانا جاتا ہے کہ آپ وشنو جی کے سب سے کامل اوتار ہیں۔ بھگوان کرشنا بھادوں مہینے کی آٹھ تاریخ کو متھرا کے مقام پر پیدا ہوئے اس لیے یہ دن آپ کے جنم دن کی حیثیت سے بہت مقدس مانا جاتا ہے۔ پُرانوں میں ذکر ملتا ہے کہ آپ لگ بھگ تین ہزار سال قبل مسیح پیدا ہوئے اور بحیرۂ عرب کے کنارے آباد ''دوارکا'' نامی ریاست کے راجا تھے۔ کرشن جی کی وجہِ شہرت یہ ہے کہ جب کوروں اور پانڈوؤں کے درمیان جنگ ہوئی تو کرشنا جی نے پانڈوؤں کی طرف سے جنگ میں شرکت کی اور انھیں فتح دلائی۔

جنم اشٹمی کی تقریبات

جنم اشٹمی منانے کی تیاریاں کئی روز پہلے شروع ہو جاتی ہیں۔ خواتین اپنے گھروں کو صاف ستھرا کر کے سجا دیتی ہیں تاکہ بھگوان کرشنا کو خوش آمدید کہا جاسکے۔ اس موقع پر وہ طرح طرح کی مٹھائیاں بنا کر بھگوان کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ مکھن بھگوان کرشنا کا من بھاتا کھانا تھا اس لیے مکھن بھی نذر کیا جاتا ہے۔ پانی میں تھوڑا سا آٹا گھول کر گھر کے مرکزی دروازے سے پوجا والے کمرے تک جانے والے راستے پر چھوٹے بچوں کے پاؤں کے نقش بنائے جاتے ہیں۔ اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ گویا ننھے بھگوان کرشنا جی گھر میں آئے ہیں۔ اس موقع پر بھگود گیتا پڑھی جاتی ہے، کیرتن گائے جاتے ہیں اور ہر طرف دعائیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ بھگوان کرشنا کے بچپن کی مورتیاں بنا کر انھیں جھولے میں رکھا جاتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ اس دن برت رکھا جائے اور اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو ہلکا پھلکا کھانا کھایا جاتا ہے۔

جنم اشٹمی کی تقریبات پو پھٹنے سے پہلے شروع ہو جاتی ہیں اور پورا دن بلکہ رات گئے تک چلتی رہتی ہیں۔ کچھ لوگ اس موقع پر طرح طرح کے پکوان پکا کر لنگر تقسیم کرتے ہیں۔ کچھ لوگ بھگوان کرشنا کی مورتی سجاتے ہیں تو کچھ مندر کو پھولوں کی لڑیوں سے سجاتے ہیں۔ خوشبوئیں جلائی جاتی ہیں۔ اس دن برت بھی رکھا جاتا ہے۔ بھگوان کی مورتیوں کو مختلف مائعات سے غسل دیا جاتا ہے۔ اس تقریب کو ''ابھیشیکا'' کہتے ہیں۔ بعض اوقات تو یہ تقریب گھنٹوں جاری رہتی ہے اور بالآخر پنڈت پردہ ہٹا کر بھگوان کی مورتی کا دیدار کرواتے ہیں، جسے نئے کپڑے پہنا کر ایک پنگھوڑے میں لٹایا گیا ہوتا ہے۔ جیسے ہی پردہ ہٹتا ہے اس موقع پر لوگوں کا جوش و خروش بڑھ جاتا ہے اور مالکِ حقیقی کی تعریف کے گیت یعنی کیرتن گانا شروع کر دیتے ہیں۔

۱۔ جنم اشٹمی سے آٹھ روز پہلے ایک جاپ ''ॐ نمو بھگوتے واسو دیوایہ'' پڑھنا شروع کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ جن لوگوں کو توفیق ہو وہ بھگود گیتا پڑھتے ہیں۔ جو کسی وجہ سے نہ پڑھ سکیں ان کے لیے یہ لازم ہے کہ کم از کم سنیں ضرور۔

۳۔ ہر ایک کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس دن برت رکھے۔

۴۔ ہر کوئی ایک دوسرے کو بدھائی دینے کے لیے ''ॐ نمو بھگوتے واسودیوایہ'' کہتا ہے۔

۵۔ اس موقع پر آگ کا ایک بڑا الاؤ دہکایا جاتا ہے جسے جنم اشٹمی ہون کہا جاتا ہے۔

۶۔ اس دن سنیاسی، یوگی اور گیانی لوگ بھگوان کی تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

۷۔ سورج ڈھلتے وقت لوگ مندر میں جمع ہو کر بھگوان کے نام کی مالا جپتے ہیں۔

۸۔ رات کے وقت ایک بڑی پوجا ہوتی ہے۔ بھگوان کی مورتی کو دودھ سے غسل دیا جاتا ہے۔ شریمد بھاگوت مہاپُران کے مختلف حصے پڑھے جاتے ہیں خصوصاً "گوپیکا گیتم"۔

جنم اشٹمی بھگوان کرشنا کا جنم دن ہے۔ بھگوان کرشنا وشنو جی کے آٹھویں اور سب سے زیادہ مشہور اوتار ہیں۔ آپ بھادوں مہینے کی آٹھ تاریخ کو متھرا میں پیدا ہوئے۔ آپ کو "گوپال" بھی کہا جاتا ہے۔ جنم اشٹمی کے موقع پر گھروں کو صاف ستھرا کیا جاتا ہے۔ مکھن کا چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے کیوں کہ مکھن کرشنا جی کا پسندیدہ کھانا تھا۔ اس دن گھروں اور مندروں کو پھولوں سے سجایا جاتا ہے، مزے مزے کے پکوان پکائے جاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں، بھگوان کی پرستش کے لیے گیت گائے جاتے ہیں اور بھگود گیتا پڑھی جاتی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

۱۔ جنم اشٹمی کا تہوار کب اور کیوں منایا جاتا ہے؟

۲۔ جنم اشٹمی کے دن کیا کام کئے جاتے ہیں؟

۳۔ جنم اشٹمی کے تہوار کی تیاریوں پر مختصر نوٹ لکھئے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ ہندوؤں کی مقدس کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے

۲۔ جنم اشٹمی۔۔۔۔۔۔کا جنم دن ہے۔

۳۔ یہ تہوار۔۔۔۔۔مہینے میں منایا جاتا ہے۔

۴۔ کرشنا جی کا من پسند کھانا۔۔۔۔۔۔تھا۔

۵۔ کرشنا جی نے۔۔۔۔۔۔۔کی طرف سے جنگ میں شرکت کر کے کامیابی دلائی۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ جنم اشٹمی کے دن روزہ رکھا جاتا ہے۔	
۲۔ شری کرشن جی کا لقب رام ہے۔	
۳۔ کرشنا جی وشنو کے تیسرے اوتار ہیں۔	
۴۔ کرشنا جی متھرا میں پیدا ہوئے۔	
۵۔ جنم اشٹمی کی تقریبات کا آغاز دن ڈھلنے کے بعد ہوتا ہے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
شریمد بھاگوت مہاپُران	ہندومت کی تاریخ کی کتابیں، جن میں پرانے وقتوں کی باتیں ہیں۔
من بھاتا کھانا	پسندیدہ کھانا
کیرتن	ایسا گیت جس میں مالکِ حقیقی کی تعریف کی گئی ہو
ابھیشیکا	ایک تقریب جس میں بھگوان کرشنا جی کے بچپن کی ایک مورتی بنا کر اسے سجا سنوار کر عوام کے سامنے لایا جاتا ہے۔
نام کی مالا جپنا	کسی کا بہت ذکر کرنا
گوپیکا گیتم	گوپیوں کا گیت جو انھوں نے کرشنا جی کے لیے گایا اور شریمد بھاگوت مہاپُران میں موجود ہے۔
تاریک پاکھ	ہندی میں مہینے کے نصف کو پاکھ کہا جاتا ہے۔ مہینے کے پہلے نصف میں چونکہ چاند بہت چھوٹا ہوتا ہے اس لیے یہ عرصہ تاریک ہوتا ہے۔
ادویت	لاثانی، بے نظیر، بے مثل
نِراکار	بے جسم، غیر مادی، نورانی
نِرگُن	کامل
یوگ مایا	مایاوی قوت، شکتی

۳- بیساکھی

بیساکھی ہندوستانی اور پاکستانی پنجاب میں موسم بہار کا میلہ ہے جو پنجابی کیلنڈر کے دوسرے مہینے ''وساکھ'' کی یکم تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے بعض لوگ بیساکھی کو ''وساکھی'' بھی پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ انگریزی کیلنڈر پر بیساکھی کا تہوار ۱۴ سے ۱۶ اپریل کے بیچ کسی دن پڑتا ہے۔ کسان اپنی فصل کاٹنے کے بعد اس دن خوشی مناتے ہیں۔ اہل پنجاب کے لیے یہ محض موسم کا تہوار ہے، لیکن ہمارے سکھ بھائیوں کے لیے یہ تہوار مذہبی اہمیت کا حامل ہے اس لیے وہ لوگ دنیا بھر میں بہت عقیدت واحترام سے بیساکھی کا تہوار مناتے ہیں۔

پیارے بچو! یہ طے کرنا مشکل ہے کہ بیساکھی کی ابتداء کب ہوئی اور اس کا آغاز بطور ثقافتی تہوار ہوا تھا یا یہ شروع ہی سے ایک مذہبی تہوار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ تاہم یہ طے ہے کہ پاکستانی پنجاب میں کسان ہندوستان کی تقسیم کے بعد بھی بیساکھی کا تہوار جوش و خروش سے مناتے چلے آرہے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی حیثیت ایک ثقافتی تہوار کی ہے۔ تاہم اس باب میں ہم آپ کو بیساکھی بطور مذہبی تہوار کے متعلق معلومات فراہم کریں گے۔

سکھ مت میں بیساکھی کی کہانی سکھ مت کی تعلیم کے مطابق گرو تیغ بہادر جی کی شہادت سے شروع ہوتی ہے۔ آپ سکھ مذہب کے نویں گرو تھے۔ مغل حکمراں اورنگ زیب کے حکم پر آپ کا سرِعام سر قلم کردیا گیا تھا۔ گرو تیغ بہادر جی ہندوؤں اور سکھوں کے حقوق کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، اس لیے اورنگ زیب انھیں اپنے لیے خطرہ سمجھتا تھا۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے بیٹے گرو گوبند سنگھ جی سکھوں کے دسویں گرو مقرر ہوئے۔ گرو گوبند سنگھ جی اپنے لوگوں کے اندر قربانی کی ہمت اور حوصلہ بھر دینا چاہتے تھے۔ اپنے خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آپ نے ۳۰ مارچ ۱۶۹۹ کو بیساکھی کے دن ایک تاریخی اجتماع منعقد کروایا۔

ہزاروں کا مجمع جمع ہوگیا، تو گرو گوبند سنگھ جی ایک ننگی تلوار تھام کر مجمع کے سامنے آئے۔ آپ نے اس موقع

پر ایک پر جوش تقریر کی اور سامعین سے پوچھا کہ کوئی ہے جو قربانی دینے کو تیار ہو؟ مجمع میں سے ایک ہاتھ اٹھا۔ گرو جی اسے اپنے ساتھ خیمے کے اندر لے گئے۔ واپس آئے تو تلوار خون سے تر تھی۔ دوبارہ پوچھا: ''اور کون ہے جو قربانی دے گا؟'' ایک رضاکار پھر تیار ہو گیا۔ یہ سلسلہ کل پانچ دفعہ ہوا۔ ہر دفعہ گرو جی خیمے سے آتے تو ان کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہوتا۔ لوگ سمجھتے کہ شاید گرو جی ان لوگوں کو خیمے کے اندر قتل کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد یہ پانچ لوگ خیمے سے باہر نکلے، تو ان کے کپڑے خون سے نہیں، بلکہ لال رنگ سے تر تھے اور وہ صحیح سلامت تھے۔ سکھ مذہب کے یہ پانچ دلیر لوگ بعد میں ''پنج پیارے'' کہلائے۔ ان کے نام ''بھائی دیا سنگھ''، ''بھائی دھرم سنگھ''، ''بھائی مکھم سنگھ''، ''بھائی ہمت سنگھ'' اور ''بھائی صاحب سنگھ'' تھے۔

اس تقریب میں گرو جی نے ایک مُقدّس پانی ''امرت'' ان پانچ لوگوں کے پلانے کے بعد خود بھی پیا اور اس کے بعد مجمع میں موجود سب لوگوں کو پلایا گیا۔ اس مجمع میں موجود سب لوگ ''خالصہ پنتھ'' کہلائے جس کے معنی ہیں'' پاک لوگوں کا طبقہ''

اس مجمع میں بہت ساری ذاتوں کے لوگ موجود تھے، لیکن گرو جی نے تعلیم دی کہ آج کے بعد سب لوگ اپنی ذات پات فراموش کر کے ایک ہو جائیں۔ آپ نے ہر ایک سکھ کو سنگھ یعنی ''شیر'' کا خطاب دیا۔ آپ کے اس اقدام سے ایک انقلاب برپا ہو گیا، کیونکہ اس زمانے میں معاشرہ ذات پات، امیر غریب میں بٹا ہوا تھا، لیکن سب کے سب ایک جگہ متحد ہو گئے۔ یوں ۱۶۹۹ کی بیساکھی ایک مذہبی اہمیت اختیار کر گئی۔ آج دنیا بھر میں سکھ انتہائی عقیدت واحترام سے بیساکھی مناتے ہیں۔

بیساکھی کی تقریبات

بیساکھی کے روز ''نگر کیرتن'' کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ ''نگر'' کے معنیٰ ''قصبہ'' کے ہیں اور ''کیرتن'' ''ستائش کے نغموں'' کو کہتے ہیں۔ لوگ جلوس کی صورت میں نغمے گاتے ہوئے چلتے ہیں۔ ستائش کے یہ نغمے سکھ مذہب کی مُقدّس کتاب گرو گرنتھ صاحب سے لیے جاتے ہیں۔ جلوس کی قیادت روایتی طور پر ''پنج پیاروں'' کا روپ دھارنے والے لوگ کرتے ہیں اور جلوس میں ایک گرو گرنتھ صاحب جی کو ایک باعزت اور ممتاز مقام پر رکھ کر ساتھ ساتھ لے جایا جاتا ہے۔

بیساکھی رنگوں سے بھرا ہوا تہوار ہے۔ اس دن خاص چمکیلے، شوخ رنگوں کے کپڑے پہن کر ''بھنگڑا'' اور

’’گدا‘‘ ڈانس کیا جاتا ہے۔ بیساکھی کے دن سرسوں کا ساگ، مکئی کی روٹی، گڑ کے چاول سمیت کئی مزے دار پکوان پکائے جاتے ہیں۔ اس دن گردواروں میں آنے والے تمام لوگوں کو ’’کڑا پرساد‘‘ دیا جاتا ہے۔ یہ آٹے، شکر اور گھی سے بنا ہوتا ہے اور اسے ’’گرو جی کا پرساد‘‘ بھی کہتے ہیں، کیونکہ بیساکھی کے دن گرو گوبند سنگھ جی کے ’’خالصہ پنتھ‘‘ نے جنم لیا تھا۔ چونکہ یہ ایک بہت مُقدّس پرساد ہے اس لیے پرساد لینے والے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں کا پیالہ بنا کر بہت عقیدت سے یہ پرساد حاصل کرتے ہیں۔

پاکستانی پنجاب کے تقریباً ہر شہر میں بیساکھی کا تہوار آج بھی جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر میلے لگتے ہیں۔ جن میں طرح طرح کی دکانیں ہوتی ہیں۔ دیہاتوں کے لوگ بیساکھی کے میلے کا بہت شدت سے انتظار کرتے ہیں۔ یہ تہوار صرف ثقافتی نہیں رہتا بلکہ ثقافت اور مذہب ایک دوسرے کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں۔

اہل پنجاب کے لیے بیساکھی محض موسم کا تہوار ہے، جب کہ سکھ بھائیوں کے لیے اسی مذہبی تہوار کو اہمیت حاصل ہے۔ بیساکھی پنجابی کیلنڈر کے مطابق وساکھ مہینے کی یکم تاریخ کو منائی جاتی ہے۔ گرو گوبند سنگھ جی نے ۳۰ مارچ ۱۶۹۹ کو بیساکھی کے دن ایک مذہبی اجتماع منعقد کیا اور تعلیم دی کہ اپنے حق کے لیے سب لوگ اپنی ذات پات فراموش کر کے ایک ہو جائیں۔ اس دن ’’خالصہ پنتھ‘‘ نے جنم لیا اور یوں بیساکھی کا تہوار مذہبی حیثیت اختیار کر گیا۔

بیساکھی کے روز شوخ رنگوں کے نئے کپڑے پہن کر جلوس نکالے جاتے ہیں، گدا اور بھنگڑا ڈالا جاتا ہے۔ کیرتن گائے جاتے ہیں۔ سرسوں کا ساگ، مکئی کی روٹی، گڑ والے چاول سمیت مزے دار پکوان پکائے اور کھائے جاتے ہیں۔ گردواروں میں کڑا پرساد بانٹا جاتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ بیساکھی کی ابتداء بطور مذہبی تہوار کب اور کیسے ہوئی؟

۲۔ بیساکھی کا تہوار کیوں منایا جاتا ہے؟

۳۔ بیساکھی کی تقریبات کیسے منائی جاتی ہیں؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ بیساکھی کا میلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔موسم میں منایا جاتا ہے۔

۲۔ سکھ مذہب کے نویں گرو۔۔۔۔۔۔۔تھے۔

۳۔ گرو گوبند سنگھ جی نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تاریخ کو بیساکھی کا تاریخی اجتماع منعقد کروایا۔

۴۔ مجمع میں موجود سب لوگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہلائے۔

۵۔ کیرتن۔۔۔۔۔۔۔۔کو کہتے ہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔	بیسن سے بنے ہوئے لڈو "کڑا پرساد" کہلاتے ہیں۔	
۲۔	سکھ مذہب کی مقدس کتاب گرو گرنتھ ہے۔	
۳۔	خالصہ پنتھ کے معنی ہیں "دلیر لوگوں کا طبقہ"۔	
۴۔	بیساکھی کا تہوار اگست کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔	
۵۔	گرو گوبند سنگھ جی سکھوں کے دسویں گرو مقرر ہوئے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
سر قلم کرنا	سر کاٹ دینا، سر تن سے جدا کر دینا۔
امرت	ایک مقدس پانی جسے پینے سے انسان کو موت نہیں آتی۔
پرساد	عبادت کے بعد کھانے کو کوئی چیز تقسیم کی جائے اسے پرساد کہتے ہیں۔
چار چاند لگا دینا	کسی چیز کی رونق یا شان بڑھا دینا۔
شانہ بشانہ	ساتھ ساتھ چلنا جس سے یک جہتی اور اتحاد ظاہر ہو۔

باب چہارم

اخلاقی اَقدار

معاشرہ خاندانوں سے مل کر تشکیل پاتا ہے اس لیے خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ خاندان کے ہر ایک فرد کی تعلیم و تربیت احسن طریقے سے کی جائے تو ایسا فرد بہترین معاشرے کی تکمیل کے لیے ایک کار آمد پرزہ بن جاتا ہے۔ علم اخلاقیات کا دائرہ کار صرف مذاہب کے تعارف یا ان کی تاریخ تک محدود نہیں، بلکہ علم اخلاقیات اخلاقی اقدار سے بھی بحث کرتا ہے کیونکہ مذاہب عالم کا بنیادی مقصد لوگوں کو اچھے انسان بنانا ہی ہے۔

اخلاقی اقدار رویے کو بہتر بنانے، دوسروں کی عزت کرنے اور ان سے تعلقات اچھے بنانے میں مدد گار ثابت ہوتی ہیں۔ کیا درست ہے اور کیا غلط، یہ جاننا انسانی زندگی کا ایک اہم عنصر ہے جو فرد کے کردار کی تعمیر کرتا ہے۔ اچھی اخلاقی اقدار انسان کو درست فیصلے کرنے اور دوسروں کے ساتھ میل جول بہتر بنانے میں مدد دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ وہ بڑوں کی عزت کریں، ہمسایوں اور بیمار لوگوں کا خیال رکھیں۔ جب بچے ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات اچھی بنیادوں پر استوار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنا کام ایمانداری سے کرے تو وہ اپنے اہداف باآسانی حاصل کر سکتا ہے۔

اس سبق میں آپ ''پابندیٔ وقت''، ''حُبّ الوطنی''، ''قانون کا احترام''، ''میل جول کے آداب''، ''مریض کی عیادت'' اور ''قومی یک جہتی'' جیسی اخلاقی اقدار کے متعلق علم حاصل کریں گے۔

مُلک و مِلّت سے محبّت اور وفاداری

سارہ اور حامد آج بہت خوش تھے۔ ان کی غیر معمولی خوشی دیکھ کر امّی جان نے پوچھا: ''آج تو تم لوگ بہت خوش نظر آرہے ہو۔ کیا بات ہے؟''

سارہ: ''امی جان! آج سے ہمارے اسکول میں ۱۴، اگست کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں اور میں نے تقریری مقابلے میں اپنا نام درج کرایا ہے۔''

حامد: ''امی جان! میں اپنے قومی ہیرو قائدِاعظم کا کردار ادا کروں گا۔''

امی جان: ''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ یومِ آزادی کا دن ہمارے لیے عید کی طرح ہے۔ اس دن ہمارے ملک کو غلامی سے نجات ملی تھی اور ہم آزاد ہوئے تھے''۔

سارہ: ''جی امی جان! ہماری استانی صاحبہ نے بھی آج ہمیں بتایا ہے کہ ہمیں اپنے وطن کے لیے دی جانے والی قربانیوں کو یاد رکھنا چاہیے۔ صرف جھنڈیوں سے گھر کو سجا لینا اور سبز پرچم لہرا دینا کافی نہیں ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو مُحبِّ وطن ہونے کا ثبوت دینا ہے۔''

حامد: ''امی جان! محبّ وطن ہونے کے لیے جس قومی جذبے اور وفاداری کی ضرورت ہے وہ ہم میں موجود ہے۔''

سارہ: ''میری تقریر کا عنوان بھی یہی ہے۔ ''ملک و مِلّت سے محبت اور وفاداری'' میں دادا جان کی مدد سے اپنی تقریر تیار کروں گی۔''

امی: ''اور حامد! تم قائدِ اعظم کا کردار ادا کر رہے ہو۔ تمھیں قائدِ اعظم کی سوانح عمری ضرور پڑھنی چاہیے۔''

حامد: ''جی بہتر امی جان۔''

(سارہ شام کا کھانا کھا کر دادا جان کے پاس آجاتی ہے۔)

سارہ: ''دادا جان! مجھے اسکول میں تقریر کرنی ہے اور میری تقریر کا عنوان ہے ''ملک و مِلّت سے محبت اور وفاداری''۔اس حوالے سے آپ میری مدد کر دیجیے''۔

دادا جان: ''شاباش بیٹی۔ بہت اچھا موضوع منتخب کیا ہے تم نے۔ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے اعمال سے ثابت کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے وطن اور قوم سے محبت کرتے ہیں اور ان کے وفادار ہیں۔''

سارہ: ''وہ کیسے دادا جان؟''

دادا جان: ''وہ ایسے کہ ہم اپنے ملک کو اپنا گھر سمجھیں۔ جس طرح ہم گھر کے کونے کونے کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے سے بچتے ہیں۔ والدین کا کہنا مانتے ہیں۔ گھر کے اصول کی پابندی کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہمیں اپنے ملک کے لیے سوچنا چاہیے۔ گلی کوچوں کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے ملک کو ہر طرح کی برائیوں سے بچانے اور سازشوں سے پاک کرنے کے لیے حکومت کا ہر طرح ساتھ دینا چاہیے اور تمام قوانین کی پابندی کرنی چاہیے''۔

سارہ: ''مگر دادا جان! یہ سب ہو گا کیسے؟''

دادا جان: ''دیکھو بیٹی! یہ صرف اور صرف اس وقت ممکن ہے جب فرد اپنے مفاد کو پسِ پشت رکھ کر ریاست کے مفاد کو ترجیح دینے لگے۔ اگر ہم صرف تقاریر میں ان سب باتوں کو دہرائیں گے اور عملی طور پر کچھ نہیں کریں گے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم اپنی تقریر کے ذریعے اپنے اسکول کے سب طلباء اور طالبات کو یہ پیغام دو کہ ہم سب آج سے مل کر عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنی عملی کوششوں کا آغاز آج ہی سے کریں گے اور سچے، مُحبِ وطن اور قوم کے وفادار ہونے کا ثبوت دیں گے۔''

سارہ: ''شکریہ دادا جان! آپ نے میرے جوش اور ولولے کو دوبالا کر دیا ہے۔ آج ہی سے میں اپنی تمام دوستوں کو بھی اس طرف مائل کروں گی تاکہ وہ بھی حب الوطنی اور وفاداری کو بہتر طریقے سے سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔''

دادا جان: ''شاباش بیٹی! جیتی رہو۔''

سبق کا خلاصہ

سارہ اور حامد دونوں بہن بھائی اسکول میں ۱۴ اگست کی تقریبات میں حصہ لیتے ہیں۔ حامد قومی ہیرو قائدِ اعظم کا کردار ادا کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گیا اور سارہ اپنی تقریر ''ملک و ملت سے محبت اور وفاداری'' پر دادا جان سے مدد مانگتی ہے۔ دادا جان سارہ کو بتاتے ہیں کہ ہمارا ملک ہمارے لیے گھر کی طرح ہے، اس لیے اس کی صفائی ستھرائی، اس کو سازشوں سے پاک کرنا، برائی سے بچانا، قوانین کی پابندی کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے مفاد کے بجائے ملک کے مفاد کو ترجیح دیں۔ ان اہم اقدام سے ہم ملک و ملت کے وفادار بنیں گے۔ سارہ وعدہ کرتی ہے کہ وہ ان سب باتوں سے اپنی تقریر کے ذریعے دوستوں کو آگاہ کرے گی۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ ملک و مِلّت سے وفاداری ثابت کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۲۔ اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۳۔ جشن آزادی کیسے منانا چاہیے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ ہر فرد کو اپنے مفاد پر۔۔۔۔۔۔ کے مفاد کو ترجیح دینا چاہیے۔

۲۔ ملک کو برائیوں اور سازشوں سے پاک کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔ کا ساتھ دینا چاہیے۔

۳۔ جشن آزادی ہمارے لیے۔۔۔۔۔۔۔ کی طرح ہے۔

۴۔ حامد ۱۴ اگست کی تقریب میں۔۔۔۔۔۔۔ کا کردار ادا کر رہا تھا۔

۵۔ سارہ کی تقریر کا عنوان۔۔۔۔۔ تھا۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔	ہم اپنے اعمال کے ذریعے وفاداری اور حب الوطنی ثابت کر سکتے ہیں۔	
۲۔	ہمیں قوانین کی پابندی کرنی چاہیے۔	
۳۔	۱۴ اگست کو صرف گھر کو جھنڈیوں سے سجانا اہم ہے۔	
۴۔	حامد کی تقریر کا عنوان ''حب الوطنی'' تھا۔	
۵۔	تقریر کے سلسلے میں ابا جان نے سارہ کی مدد کی۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
غیر معمولی	معمول سے ہٹ کر، اہم
سوانح عمری	کسی شخصیت کی زندگی کی کہانی یا احوال
مفاد	فائدہ
پسِ پشت رکھنا	کسی چیز کو غیر اہم قرار دے کر چھوڑ دینا
جوش	جذبات سے بھر جانا
ولولہ	جوش و خروش، اُمنگ

شہری کے فرائض اور ذمّے داریاں

لغوی اعتبار سے شہری وہ فرد ہے جو کسی شہر یا قصبے میں رہتا ہو، مگر جب شہری کی اصطلاح ایک سیاسی تصوّر کے طور پر استعمال کی جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں ''کسی ملک یا ریاست کا فرد''۔ پاکستان ہمارا وطن ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ملک کے شہری ہونے کے ناطے ہمارے آئین نے ہمیں کچھ حقوق دیے ہیں۔ تاہم حقوق سے پہلے ہمیں اپنے فرائض اور ذمّے داریوں سے آگاہی حاصل کرنی چاہیے۔شہری کے چند اہم فرائض اور ذمّے داریاں درجِ ذیل ہیں۔

ا۔ حقوق العباد/معاشرتی حقوق:

شہری کے لیے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اُن حقوق کا خاص خیال رکھے جو ریاست نے انھیں دیے ہیں۔دوسروں کی رائے اور نظریات کا احترام کرے۔

۲۔ قوانین کا احترام اور مُتعلّقہ حکام سے تعاون:

شہریوں کو ریاست کے قوانین کا احترام کرنا چاہیے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ انھیں کبھی تشدّد پر نہیں اترنا چاہیے اور قوانین اور قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی سے بچنا چاہیے۔ ٹریفک کے قوانین کی بہت سختی سے پابندی کرنی چاہیے۔ کبھی جلد بازی نہ کریں۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو نہ صرف ڈرائیور، بلکہ اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگ اور سڑک پر موجود دوسری گاڑیاں اور ان کے سوار بھی خطرے کی زد میں آجائیں گے۔

۳۔ ایمانداری اور فرائض کی ادائیگی:

شہری کو اپنے فرائض پوری ذمّے داری، توجہ اور ایمانداری سے ادا کرنے چاہئیں اور کبھی بھی کسی فراڈ یا دھوکے میں ملوث نہیں ہونا چاہیئے۔ انھیں تمام ٹیکس بروقت ادا کرنے چاہئیں۔

۴۔ فلاح و بہبود اور ترقّی کے فروغ کا ذریعہ:

شہریوں کو ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیے جو ریاستی یکجہتی، وقار اور ترقّی کو فروغ دیتی ہوں۔

۵۔ اقدار اور معیشت کا فروغ:

شہری کی یہ بھی ذمّے داری ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے ملک میں جمہوریت کے استحکام اور معاشی ترقّی کو یقینی بنائے۔

۶۔ رائے دہی کا درست استعمال:

شہری کا یہ بھی فرض ہے کہ انتخابات کے دوران ان نمائندوں کا انتخاب کرے جو اسمبلیوں میں پہنچ کر اس کی نمائندگی درست طور پر کر سکیں۔

شہری ہونے کے ناطے ہمارے کچھ فرائض اور ذمّے داریاں ہوتی ہیں۔ ریاست کے باشندوں کے حقوق پورے کرنا، ریاست کے قوانین کا احترام کرنا، فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا، وقت پر ٹیکس ادا کرنا، ریاست کی ترقی کے لیے عملی سرگرمیوں میں حصہ لینا، اپنی صلاحیتوں کو ملک کی ترقی و بقاء کے لیے استعمال کرنا اور بہتر نمائندے کے انتخاب میں اپنا حقِ رائے دہی استعمال کرنا یہ سب ہماری ذمّے داریوں اور فرائض میں شامل ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ کسی ریاست میں رہنے والے شہری پر کیا ذمّے داریاں عائد ہوتی ہیں؟

۲۔ آپ کے خیال میں اقدار اور معیشت کے فروغ میں شہری کس طرح اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں؟

۳۔ شہری اپنی ذمّے داریاں اور فرائض ادا نہ کرے تو ریاست کا کیا حال ہوگا؟ تین سطروں میں جواب لکھیے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ شہری کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کی۔۔۔۔۔۔۔۔کا احترام کرے۔

۲۔ ہر شہری کو اپنے فرائض۔۔۔۔۔۔۔۔ادا کرنے چاہئیں۔

۳۔ ملک میں جمہوریت کے استحکام اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو یقینی بنانا چاہیے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ ہر شہری کو ٹیکس بروقت ادا کرنا چاہیے۔	
۲۔ شہری کو حقوق العباد کا خیال رکھنا چاہیے۔	
۳۔ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ملک کی ترقی کی ضامن ہے۔	
۴۔ انتخابات میں رائے دہی کا حق شہری کے پاس نہیں ہے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
لغوی	لغت کے اعتبار سے، یعنی لغت میں لفظ کے کیا معنی ہیں؟
اِصطلاح	کوئی لفظ کسی مضمون میں کسی خاص معنی میں استعمال ہو تو اسے ''اصطلاح'' کہتے ہیں۔
بروئے کار	استعمال میں لانا

قومی یک جہتی کی اہمیت

مشہور کہاوت ہے کہ ''اتّفاق میں برکت ہے''۔ اتّحاد اور اتّفاق قومی یک جہتی کا واحد ذریعہ ہیں۔ جب کہ نا اتفاقی و انتشار، کمزوری اور زوال کا سبب بنتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کی تعمیر و ترقی، خوشحالی اور استحکام کا انحصار ان کے اتحاد اور یکجہتی پر ہوتا ہے۔

قومی یکجہتی کی اگر تعریف کی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ''جب کسی ملک کی جغرافیائی حدود میں رہنے والے لوگ انفرادی طور پر علیحدہ شناخت رکھنے کے باوجود اجتماعی امور میں ہم خیال ہو جائیں، آپس میں اتّحاد و اتّفاق سے مل کر رہنے کا عہد کریں اور اس کا عملی نمونہ پیش کریں تو یہ قومی یکجہتی ہوگی''۔ گویا قومی یکجہتی ایک ایسا نفسیاتی عمل ہے جس سے اتفاق اور جذباتی ہم آہنگی کے خیالات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور ملک سے وفاداری اور مشترکہ شہریت قائم کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے''۔

آپ کسی دریا کی مثال لیجیے۔ دریا کی روانی موجوں کے باہم مل کر بہنے کے سبب ہوتی ہے۔ بہت ساری موجیں ملتی ہیں تو دریا کی طاقت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ بپھر جاتا ہے اور ہر قسم کی رکاوٹ کا سینہ چیر کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ اگر یہی موج دریا سے باہر چلی جائے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ علّامہ اقبال نے اسی لیے فرمایا ہے کہ:

فرد قائم ربط ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

شہد کی مکھیوں کو دیکھئے۔ شہد کی مکھیاں جب باہم اتّحاد و تنظیم سے کام کرتی ہیں اور ایک اجتماعی نظم کے تحت مختلف وادیوں، کھیتوں اور باغوں میں جا کر ایک ایک پھول کا رس چوس کر چھتہ تیار کرتی ہیں، تو نتیجے میں شہد بنتا ہے۔ بس یہی حال قوموں کا ہے۔ قوم کا ہر فرد ایک انگلی اور وطن ہتھیلی کی مانند ہوتا ہے۔ یہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ

جڑے ہوئے ہیں۔ ہاتھ کی ایک انگلی کمزور ہوتی ہے، مگر جب یہی انگلیاں باہم مل کر مکا بن جائیں تو یہ دشمن کا منہ توڑ مقابلہ کر سکتی ہیں۔

قوم میں نا اتفاقی اور انتشار بغاوتوں کے سر اٹھانے کا سبب بنتا ہے۔ بانیِٔ پاکستان نے وطن عزیز کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہمیشہ اتحاد اور یکجہتی پر زور دیا۔ان کا فرمان ہے:

> ''مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ اتحاد، یقین محکم اور تنظیم ہی وہ بنیادی نکات ہیں جو نہ صرف یہ کہ ہمیں دنیا کی پانچویں بڑی قوم بنائے رکھیں گے، بلکہ دنیا کی کسی بھی قوم سے بہتر قوم بنائیں گے''۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

> ''ہم میں سے کوئی بھی پنجابی، بلوچی، سندھی یا پٹھان نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو پاکستانی کی حیثیت سے سوچنا اور محسوس کرنا چاہیے۔اور ہمیں صرف اور صرف پاکستانی ہونے پر فخر کرنا چاہیے۔''

انسان وطن کی ہر چیز سے محبت کرنے لگے تو وہ یہاں رہنے والے لوگوں سے بھی بلا تفریق مذہب و ملت، ذات پات اور رنگ و نسل کے محبت کرے گا۔ لوگوں میں اختلافات ختم ہوں گے اور ہندو، مسلم، سکھ، مسیحی، پارسی کی قیود سے علیحدہ ہو کر لوگ انسانیت کے ناطے کو اختیار کریں گے۔

لوگوں میں محبت کے جذبے کو پروان چڑھانے پر زور دیتے ہوئے علّامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملادیں، نقشِ دوئی مٹا دیں
سُونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بسا دیں
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملادیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے

سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

سبق کا خلاصہ

قوموں کی ترقی اور خوشحالی کا انحصار اتحاد اور یک جہتی پر ہے۔ قوم ایک ہاتھ کی مانند ہے جب تک مٹھی بند ہے یہ طاقتور ہے۔ مٹھی کھل گئی تو ایک ایک انگلی کمزور ثابت ہو گی۔ افراد متّحد ہو کر طاقت ور قوم بن جاتے ہیں جسے کوئی بھی دشمن مغلوب نہیں کر سکتا۔ قائدِ اعظم نے بھی ذات پات کی تفریق بھلا کر قومی یک جہتی و اتحاد کو بڑھانے کی ترغیب دی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

۱۔ اتحاد کے کیا معنٰی ہیں اور قومی اتحاد سے کیا مراد ہے؟
۲۔ پاکستان میں قومی اتحاد اور یکجہتی مثالوں سے واضح کیجئے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ اتحاد اور اتفاق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا واحد ذریعہ ہے۔
۲۔ قوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہو تو کوئی دشمن مغلوب نہیں کر سکتا۔
۳۔ قوم میں نا اتفاقی اور انتشار۔۔۔۔۔۔۔کے سر اٹھانے کا سبب ہے۔
۴۔ مذہب، ذات پات، زبان، برادری کی تفریق۔۔۔۔۔۔۔کی وجہ سے ہوتی ہے۔
۵۔ موج کی طاقت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ہے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔	قوموں کا اتحاد یک جہتی میں ہے۔	
۲۔	موج دریا سے باہر چلی جائے تو اس کی حیثیت مستحکم ہو جاتی ہے۔	
۳۔	قوم کا ہر فرد انگلی اور وطن ہتھیلی کی مانند ہے۔	
۴۔	مذہب، ذات پات کی تفریق قومی یک جہتی کی بنیاد ہے۔	
۵۔	بانیِ پاکستان نے ہمیشہ وطن کی ترقی کے لیے قومی یک جہتی پر زور دیا۔	

د: پاکستان کی تاریخ میں پانچ نمایاں کارنامے بیان کیجیے، جو قومی اتحاد کی بدولت پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

فرہنگ

الفاظ	معانی
یک جہتی	متفق ہونا، متحد، یک دل ہونا
انتشار	ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا
مغلوب	کسی کے زیرِ تسلّط آجانا، کسی کے زیرِ اثر آجانا
بپھرنا	جوش میں بھر جانا، غضب ناک ہونا، لڑنے پر آمادہ ہونا

آئین اور قانون کی اہمیت

بچو! اس سے پہلے کہ ہم آئین اور قانون کی اہمیت پر بات کریں پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ آئین اور قانون میں فرق کیا ہوتا ہے۔ آئین سے مراد وہ ضابطے اور قاعدے ہیں جن کے مطابق ریاست کا انتظام چلایا جاتا ہے جب کہ قانون کسی معاشرے میں نظم و ضبط برقرار رکھنے والے اصول و ضوابط اور سزاؤں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ پاکستان کا آئین اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اقلیتوں کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی ہو گی۔ تاہم اگر کوئی شخص اس میں رکاوٹ پیدا کرے، تو اس کا حل قانون کے پاس موجود ہے۔ قانون فیصلہ کرتا ہے کہ اس جرم کی نوعیت کیا ہے اور اس کی سزا کیا ہو گی؟ آئین کی تشریح کرنا اعلیٰ عدالتوں کا کام ہے اور اس پر عمل کرنا حکومتِ وقت کی ذمّے داری ہوتی ہے جب کہ قانون پر عمل درآمد کروانا حکومت، انتظامیہ یعنی پولیس اور عدالتوں کا کام ہے۔

پاکستان سمیت دنیا بھر کے بیشتر ممالک کے آئین تحریری آئین ہیں۔ برطانیہ اور نیوزی لینڈ ایسے ممالک ہیں جن کے آئین غیر تحریری ہیں۔ غیر تحریری کا مطلب یہ نہیں کہ یہ کہیں لکھے ہوئے نہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ پورا آئین کسی ایک جگہ کتابی صورت میں جمع نہیں اور اس کا بیشتر حصہ قدیم زمانے سے ان کے بزرگوں کے ہاں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا ہے۔

دنیا کا سب سے پہلا آئین ۱۸۷۷ء میں ایک ماہر آثار قدیمہ ارنسٹ دی سارزک نے عراق سے دریافت کیا۔ یہ آئین سمیری بادشاہ یوروکی گینا سے منسوب ہے اور اس کی تاریخ ۲۳۰۰ قبل مسیح بیان کی جاتی ہے۔

آئین کی اہمیت

دنیا کی کوئی بھی تنظیم چاہے وہ کوئی چھوٹی سی مزدور انجمن ہو یا کوئی ریاست سب کو اپنا نظم و نسق چلانے کے لیے آئین کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشرہ حکومت کے تابع ہوتا ہے۔ حکمران سلطنت کے سب کام چلاتے ہیں اور اس کے لیے آئین سے رہنمائی لیتے ہیں۔ اسی لیے انھیں آئینی حکمران کہا جاتا ہے۔

آئین کی اہمیت مندرجہ ذیل باتوں سے ہوتی ہے:

۱۔ کسی ملک کا آئین حکومت کے کام چلانے کے لیے اصول وضوابط مہیا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو معاشرہ افراط و تفریط کا شکار ہو جائے گا۔

۲۔ آئین موجود ہو تو شہری حکومت کا احتساب کر سکتا ہے کہ وہ قوانین کے مطابق چل رہی ہے یا نہیں۔

۳۔ آئین موجود ہو تو شہریوں کو پتہ چلتا ہے کہ ان کے حقوق کیا ہیں۔ وہ اپنی حق تلفی کی صورت میں آواز اٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ آئین قومی اَہداف مقرر کرتا ہے۔ یہ کسی بھی قوم کے لیے ضروری ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان کی طرح بہت سے ممالک کے آئین اپنے شہریوں کے لیے یہ ہدف مقرر کرتے ہیں کہ وہ جمہوریت کے استحکام اور ملکی معیشت کی ترقی کے لیے کام کریں گے۔

قانون

قانون کا بنیادی مقصد انصاف فراہم کرنا ہے، اس لیے قانون معاشرے میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرہ اسی سے زندہ رہتا ہے۔ قانون دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اخلاقی قوانین اور حکومتی قوانین۔ دنیا بھر کے قانون سازوں، حکماء، عقلاء اور فلسفیوں کا ماننا ہے کہ معاشرے میں اخلاقی قوانین کے علاوہ حکومتی قوانین موجود ہونے چاہئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخلاقی قوانین کی پامالی کو برا ضرور سمجھا جاتا ہے، مگر اس پر کوئی سزا عائد نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر اگر کسی ضعیف شخص کو بھاری بوجھ اٹھائے دیکھیں تو اخلاقی قانون کا تقاضا ہے کہ آپ وہ بوجھ اٹھانے میں اس کی مدد کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو بہت اچھی بات ہے، نہ کریں تو اس پر کوئی سزا نہیں۔ اب فرض کیجیے کہ آپ اس بزرگ سے اس کا وزن لینے کے بجائے الٹا اسے دھکا دے کر گرا دیں۔ چپکے سے اس کی جیب کاٹ لیں۔ اب کیا ہوگا؟ کون فیصلہ کرے گا کہ اس جرم کی کتنی سزا ہونی چاہیے؟ اگر جرم کرنے والے کو مناسب سزا نہ ملے تو معاشرے میں افراتفری پھیل جائے گی۔ ہر شخص اپنے اپنے مجرم سے خود بدلہ لینے اٹھ کھڑا ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ معاشرے کا نظم و ضبط قائم رکھنے کے لیے قانون اور اس پر عمل درآمد دونوں ضروری ہیں۔ یاد رکھئے قانون کی بنیاد جبر پر بالکل نہیں ہے، لیکن جو قانون توڑے گا اس کے خلاف ریاست کی طاقت استعمال ہوگی۔ دنیا بھر کے ممالک میں آج جتنے بھی قوانین موجود ہیں وہ وہاں کے قانون ساز اداروں کے مرہونِ منت ہیں۔

سبق کا خلاصہ

قانون اور آئین میں بنیادی فرق یہ ہے کہ آئین ریاست کا نظام چلانے کے قاعدوں اور ضابطوں کا مجموعہ ہے اور قانون معاشرے میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے اصول وضوابط اور سزاؤں کا مجموعہ ہے۔ پاکستان سمیت تمام ممالک میں تحریری آئین لاگو ہے۔ صرف برطانیہ اور نیوزی لینڈ میں غیر تحریری آئین نافذ ہے۔ کسی ملک کو چلانے کے لیے آئین ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتا ہے۔ اسی طرح قانون کا مقصد انصاف فراہم کرنا ہوتا ہے۔ معاشرے میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے قوانین کا ہونا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو معاشرے میں انتشار اور بے یقینی کی کیفیت جنم لے لیتی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ آئین اور قانون میں کیا فرق ہے؟ مثال سے واضح کیجیے۔

۲۔ ایک اچھے آئین کی خصوصیات تحریر کیجیے۔

۳۔ کسی ملک کے لیے آئین کی اہمیت واضح کیجیے۔

۴۔ کسی بھی معاشرے میں قانون کیوں ضروری ہے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ دنیا کا سب سے پہلا آئین سن ـــــــــــ میں دریافت ہوا۔

۲۔ برطانیہ اور نیوزی لینڈ کے آئین ـــــــــــــــــــ ہیں۔

۳۔ آئین کی تشریح کرنا ـــــــــــــــــــ کا کام ہے۔

۴۔ آئین پر عمل کرنا ـــــــــــــــ کی ذمّے داری ہے۔

۵۔ قانون کا بنیادی مقصد ـــــــــــــ فراہم کرنا ہے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

ا۔	دنیا کا سب سے پہلا آئین حمورابی کا قانون ہے۔	
۲۔	آئین قومی اہداف مقرر کرتا ہے۔	
۳۔	قانون اور آئین دونوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل ہو جائے تو معاشرے کا نظم و نسق چلتا رہتا ہے۔	
۴۔	غیر تحریری آئین پرانے زمانے کے قصوں اور کہانیوں سے اخذ کیا جاتا ہے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
کاروبارِ ریاست	ریاست کے کام
ضابطہ (ج) ضابطے	اصول
قاعدہ (ج) قاعدے	قوانین
انتظامیہ	ملک کا انتظام چلانے والے ادارے، مثلاً پولیس، عدلیہ، وغیرہ
سینہ بہ سینہ منتقل ہونا	بزرگوں سے سن کر اگلی نسل کو بیان کر دیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں بات لکھی ہوئی تو نہیں، مگر سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔
دستاویز	کوئی لکھی ہوئی تحریر
کسی کے ہاتھ میں کھلونا بن جانا	یہ محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی چیز کو اپنی مرضی یا مقصد کے مطابق آسانی سے استعمال کر لے۔
افراط و تفریط	حد سے بڑھنا۔ ''تفریط'' اس کے برعکس ہے۔
حق تلفی	کسی کا حق ضائع کرنا، مارنا
ہَدف (ج) اَہداف	نشانہ، مقصد
حکیم (ج) حکماء	دانا لوگ

بنیادی حقوق جن کی پاکستانی آئین ضمانت دیتا ہے

بنیادی حقوق انسانی زندگی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بغیر کوئی شخص اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے تقریباً ہر جمہوری ملک میں بنیادی حقوق کو آئین میں شامل کیا گیا ہے۔ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین کو بنیادی حقوق کے لحاظ سے پہلے کے دونوں دستوروں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس آئین کے حصۂ دوم کے باب اول کی دفعہ ۸ سے ۲۸ تک بنیادی حقوق کا ذکر ہے، جو مختصراً بیان کئے جاتے ہیں:

۱۔ ریاست ہر شہری کو زندگی کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔

۲۔ ہر شہری آزادانہ نقل و حرکت کر سکتا ہے۔

۳۔ ہر شہری کو حقِ اجتماع، سوچ اور اظہار کی آزادی حاصل ہے۔

۴۔ انجمن اور یونین بنانے کا حق بھی ہر شہری کو حاصل ہے۔

۵۔ ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے جائز پیشہ اختیار کرنا ہر شہری کا حق ہے۔

۶۔ مذہبی آزادی ہر شہری کا حق ہے۔ وہ اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے۔ اپنے طریقے کے مطابق عبادت کر سکتا ہے۔

۷۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

۸۔ ہر شہری جائیداد خرید اور بیچ سکتا ہے۔

۹۔ مذہبی اور نسلی امتیاز کے بغیر ملازمت کا حق ہر شہری کو حاصل ہے۔

۱۰۔ عوامی و مذہبی مقامات کی سیر کا حق بھی ہر شہری کو حاصل ہے۔

یہ وہ اہم بنیادی حقوق ہیں جن کی پاکستانی آئین اپنے ہر شہری کو ضمانت دیتا ہے۔ چاہے اس کا کوئی بھی مذہب

ہو، وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو اور کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ ان بنیادی حقوق کا پورا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی ایک سچا پاکستانی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملک و قوم کی بہترین خدمت کر سکتا ہے۔

بنیادی انسانی حقوق اس کم سے کم معیار کو ظاہر کرتے ہیں جو لوگوں کو وقار کے ساتھ زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے۔ بنیادی حقوق انسانوں کو یہ طے کرنے کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کس طرح گزارنا چاہتے ہیں اور کس قسم کی حکومت چاہتے ہیں۔

بنیادی حقوق ملنے سے لوگوں کو یہ ضمانت بھی مل جاتی ہے کہ ان کی بنیادی ضروریات غذا، لباس، رہائش، صحت اور تعلیم تک انھیں رسائی حاصل ہو گی۔ جب انسانوں کو اپنے بنیادی حقوق حاصل ہو جائیں تو کوئی سماج دشمن انھیں کسی غلط راہ پر نہیں چلا سکتا۔ اقوام متحدّہ کے مطابق بنیادی حقوق اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ فرد اس قابل ہو جائے گا کہ اپنی انسانی صفات مثلاً: ذہانت، صلاحیت کو ترقی دے سکے اور انھیں تعمیری سرگرمیوں میں استعمال کر سکے۔

پاکستانی ۱۹۷۳ء کے آئین میں انسانی زندگی کے بنیادی حقوق کا ذکر ہے۔ آئین کے مطابق شہری کی زندگی کا تحفظ، نقل و حرکت کی آزادی، مذہبی آزادی، برابری، ملازمت کا حق، عوامی و مذہبی مقامات کی سیر کی آزادی، ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ ان حقوق کی ادائیگی سے ایک سچا پاکستانی قوم کی بہترین خدمت کر سکتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ پاکستانی آئین شہریوں کے کن بنیادی حقوق کا ضامن ہے؟

۲۔ بنیادی حقوق ملنے پر شہری کیسے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتا ہے؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ پاکستانی آئین۔۔۔۔۔۔کو بنیادی حقوق کے لحاظ سے پہلے کے دستوروں پر فوقیت حاصل ہے۔
۲۔ آئین کے حصہ دوم کے باب۔۔۔۔۔۔کی دفعہ ۸ سے ۲۸ تک بنیادی حقوق کا ذکر ہے۔
۳۔ مذہبی آزادی ہر شہری کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔
۴۔ ہر شہری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پیشہ اختیار کرنے کا حق رکھتا ہے۔
۵۔ بنیادی حقوق انسانی زندگی میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔	شہری کو جائیداد کی خرید و فروخت کا حق حاصل نہیں۔	
۲۔	پاکستان کے آئین ۱۹۵۶ء کو تمام آئین پر فوقیت حاصل ہے۔	
۳۔	مذہبی اور نسلی امتیاز کے بغیر ملازمت ہر شہری کا حق ہے۔	
۴۔	آئین کے مطابق اظہار کی آزادی ہے۔اس لیے ہمارا جو دل چاہے ہم سوشل میڈیا پر کہہ یا لکھ سکتے ہیں۔	
۵۔	آئین میں موجود بنیادی حقوق حاصل کرنے کے لیے پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنا	کسی جگہ یا مقام پر نہایت اہم مقام
فوقیت	برتری
انجمن	رفاہِ عام کے حوالے سے کوئی تنظیم
یونین (UNION)	مزدوروں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیم

قانون کا احترام اور اس کی پابندی

سنجیش اسکول جانے کے لیے گھر سے نکلا ۔ گھڑی پر نظر دوڑائی تو پونے آٹھ بج رہے تھے۔اس کا دل دھڑکنے لگا کہ آج پھر اسکول پہنچنے میں دیر ہو جائے گی تو ڈانٹ پڑے گی۔ یہ سوچ کر وہ تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔اس کے گھر اور اسکول کے درمیان ایک بڑی سڑک تھی، جس پر گاڑیاں ہر وقت دوڑتی رہتی تھیں۔امّی نے سب بچوں کو سختی سے تلقین کی ہوئی تھی کہ سب بچے سڑک کے اوپر بنے پل سے سڑک پار کریں گے۔اب سنجیش کے سامنے دو راستے تھے۔یا وہ ایک کلو میٹر پیدل چل کر اس پل پر سے سڑک پار کرے یا پھر گاڑیوں کو ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کسی نہ کسی طرح سڑک پار کر جائے۔اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ دوسرا راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔گاڑیوں کے بیچ سے گزرتا،ہاتھ سے اشارے کرتا وہ دو رویہ سڑک کے بیچ تک تو پہنچ گیا۔ابھی آدھی سڑک باقی تھی۔لمبی لمبی لاریاں'' زوں۔۔۔زوں۔۔۔'' کرکے اس کے قریب سے گزر جاتیں تو اس کا دل دہل کر رہ جاتا۔اسے بہت خوف محسوس ہو رہا تھا اور اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔سوچنے لگا اب کیا کروں۔''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' والی صورت حال ہے۔دونوں طرف سے گاڑیاں آ اور جا رہی ہیں۔

سڑک کا باقی آدھا حصہ پار کرنے کے لیے جیسے ہی اس نے قدم اٹھایا۔ایک تیز رفتار موٹر سائیکل اسے اپنی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئی۔سنجیش نے پوری رفتار سے بھاگنے کی کوشش کی۔موٹر سائیکل والے کی لاکھ کوشش کرنے کے باوجود سنجیش کو ٹکر لگ گئی۔خوف کے مارے وہیں دھڑام سے گر پڑا اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اسپتال کے بستر پر پایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے ہوش میں آتے دیکھ کر پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا: ''بیٹا! آپ کی قسمت اچھی ہے کہ آپ بچ گئے۔ زیادہ چوٹیں نہیں آئیں، لیکن آپ کو اس طرح سے سڑک پار نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' سنجیش نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کہا: ''ڈاکٹر صاحب اسکول پہنچنے میں دیر ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ جلدی سے بھاگ کر سڑک پار کر لوں تو وقت بچ جائے گا''۔

اتنے میں اس کے ہیڈ ماسٹر صاحب اور اخلاقیات کے استاد موہن لال صاحب کمرے میں داخل ہوئے۔ موہن لال صاحب نے کہا: ''دیکھو بیٹا! ہم نے پچھلے ہفتے کیا پڑھا تھا۔ ہر ملک کی حکومت اپنے شہریوں کی حفاظت کے لیے کچھ قوانین بناتی ہے۔ ان قوانین کا احترام اور ان کی پابندی ہم سب پر فرض ہے۔ اگر قانون کی پابندی چھوڑ کر سب لوگ اپنی اپنی مرضی پر چلنے لگیں گے تو معاشرے میں لاقانونیت پیدا ہو جائے گی۔ دنیا کا ہر مذہب لاقانونیت کو سخت ناپسند کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ایک اجتماعی نظام کے تحت زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ مذہب ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم قانون کا احترام کریں اور اس کے پابند رہیں۔ سڑک پار کرنے کے کچھ قوانین ہیں۔ سڑک صرف پل کے اوپر یا زیبرا کراسنگ سے پار کرنی چاہیے''۔

سنجیش کو بہت ندامت محسوس ہوئی کہ پچھلے ہفتے جو سبق پڑھایا گیا تھا اس پر کیوں غور نہ کیا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے آگے بڑھ کر کہا: ''ذرا سوچو۔ اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو تمھاری امی کا کیا حال ہوتا؟ یقیناً وہ بے چاری بہت پریشان ہوتیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھاری امی پریشان ہوں؟''

سنجنیش نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ''جی نہیں''۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا: ''چلو پھر امی سے معافی مانگو''۔ اتنے میں امی اسپتال کے کمرے میں اندر داخل ہوئیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔''

سنجیش نے امی سے معافی مانگی اور کہا: ''امی جان! مجھے پتہ چل گیا ہے کہ ہمیں قانون کی پابندی کیوں کرنی چاہیے۔ اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہمارا ہی نقصان ہوگا۔ قوانین اسی لیے بنائے جاتے ہیں کہ ہماری زندگیاں محفوظ رہیں۔ میں آج کے بعد ہمیشہ قانون کی پابندی کیا کروں گا۔''

سب لوگ سنجیش کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور امّی کو اس پر فخر محسوس ہونے لگا۔

سبق کا خلاصہ

سنجیش اسکول میں دیر سے پہنچنے اور ڈانٹ پڑنے کے خوف سے جلدی جلدی سڑک پار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ تھوڑے فاصلے پر جا کر پل سے سڑک پار کرنے کے بجائے ہاتھ کے اشاروں سے گاڑیوں کو روکتے ہوئے سڑک پار کرتا ہے۔ سڑک کے بیچ پہنچ کر اسے احساس ہوتا ہے کہ اس نے غلطی کی، مگر اب نہ آگے جا سکتا ہے نہ پیچھے۔ اچانک ایک تیز رفتار موٹر سائیکل اسے آکر ٹکر مار دیتی ہے۔ سنجیش گر کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اسپتال میں استاد عیادت کے لیے آئے تو انھوں نے سمجھایا کہ قوانین ہماری زندگی کی حفاظت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس لیے ان کی پابندی ضروری ہے۔ سنجیش کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱- سنجیش نے اسکول جلدی پہنچنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی؟

۲- موہن لال صاحب قوانین کے احترام اور پابندی کے بارے میں کیا بتاتے ہیں؟

۳- سنجیش اپنی امّی سے کس بات کی معافی مانگتا ہے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱- سنجیش کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے ٹکر لگی۔

۲- اسپتال میں ہیڈ ماسٹر صاحب کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔کے استاد عیادت کے لیے آئے۔

۳- قانون کی پابندی نہ کرنے سے معاشرے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پیدا ہو جائے گی۔

۴- سڑک صرف۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے پار کرنی چاہیے۔

۵- قوانین اس لیے بنائے جاتے ہیں کہ ہماری زندگیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱-	سنجیش کی امی اسپتال کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے خوب ڈانٹتی ہیں۔	
۲-	ہر مذہب لاقانونیت کو پسند کرتا ہے۔	
۳-	سنجیش اپنی امی سے معافی مانگتا ہے۔	
۴-	سنجیش سگنل بند ہونے پر سڑک پار کرتا ہے۔	
۵-	اخلاقیات کے استاد سنجیش کو قوانین کے احترام کے بارے میں بتاتے ہیں۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
دورویہ سڑک	ایسی سڑک جس پر دونوں طرف کا ٹریفک چلے
نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن	نہ جانے کی جگہ اور نہ پاؤں رکھنے (یعنی ٹھہرنے) کی جگہ۔ یہ محاورہ ایسی صورت حال میں بولتے ہیں جب آگے پیچھے کہیں بھاگنے کی جگہ نہ رہے۔
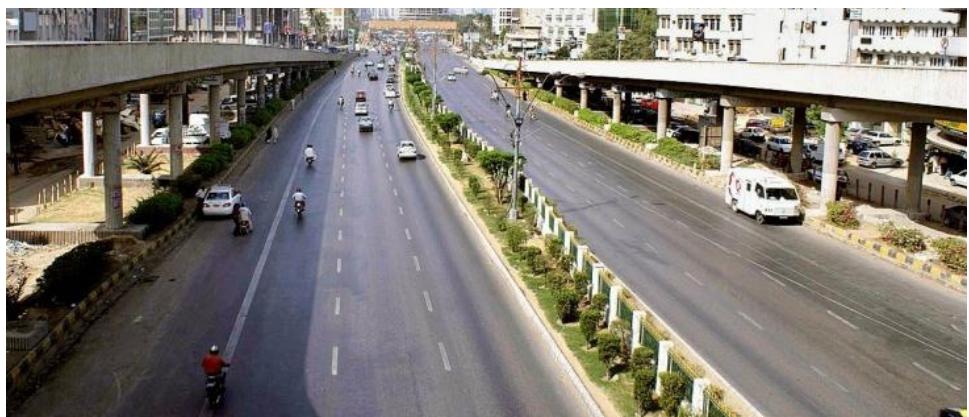
سماجی زندگی میں پابندئ وقت کی اہمیت

امی: ”رجنی بیٹا! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہمیں مسز خالد کے بیٹے کی منگنی کی تقریب میں آٹھ بجے تک پہنچنا ہے“۔

رجنی: ”امی! ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں تقریب اپنے مقررہ وقت سے دو گھنٹے تاخیر سے شروع ہوتی ہے۔“

امی: ”مگر بیٹا! مسز خالد وقت کی بہت پابند ہیں۔“

رجنی: ”امی آج کل وقت کی پابندی کون کرتا ہے۔ میری سہیلی کہہ رہی تھی کہ ہم تو ہر تقریب میں دیر سے جاتے ہیں۔ ویسے بھی ہمارے معاشرے میں دیر سے پہنچنا بڑے پن کی علامت ہے۔ امی اس نے یہ بھی بتایا کہ دیر سے پہنچنے کے دو فائدے ہوتے ہیں۔

۱۔ دوسرے کو یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ مصروف ترین شخصیت ہیں۔

۲۔ دوسرے کو محبت جتانے کا موقع ملتا ہے کہ ہم نے ان کی محبّت میں اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکالا۔

امی: ”بیٹا! تمھاری سہیلی کی سوچ صحیح نہیں۔ اس کو کسی نے وقت کی پابندی کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں بتایا ہی نہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں کافی لوگوں کی سوچ تمھاری دوست جیسی ہے۔ لیکن یہ طرزِ فکر پیدا کرنے والے ہم ہی جیسے لوگ ہیں“۔

رجنی: ”امی جان! وہ کیسے؟“

امی: ”تمھیں پتہ ہے کہ مسز خالد وقت کی اس قدر پابند ہیں کہ تقریب ہمیشہ مقررہ وقت پر شروع کرتی ہیں اور مقررہ وقت پر ختم کرتی ہیں۔ جو لوگ دیر سے پہنچیں انھیں نہ صرف شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بلکہ اُن سے پابندئ وقت کے فوائد پر لیکچر بھی سننا پڑتا ہے۔ مسز خالد کا کہنا ہے کہ ہماری سماجی زندگی میں وقت کی پابندی کی بہت ضرورت ہے۔ سماجی تقریبات کی رونق مہمانوں کی بدولت ہے۔ چند مہمانوں کا تاخیر سے آنا وقت کی پابندی کرنے والوں کے لیے ایک طرف سزا بن جاتا ہے۔ دوسری طرف انھیں بھی دیر سے آنے پر اکساتا ہے۔ ہمارے زیادہ تر معاشرتی مسائل اسی وقت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ہیں۔ تقریبات کا دیر

سے شروع ہونا، دیر سے ختم ہونا، اگلے دن کے معمولات بگڑ جانا، ان سب کی جڑ یہی وقت کی پابندی نہ ہونا ہے۔ ہر شخص کے معمولاتِ زندگی دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ اپنے ضروری کام چھوڑ کر آپ کی محبت میں آپ کے لیے وقت نکالتے ہیں۔ میزبان کا فرض ہے کہ وہ بھی تقریب میں ان کی محبت کا احترام کرتے ہوئے ان کے وقت کو قیمتی جانے اور وقت کا صحیح استعمال کرے"۔

امی: "رجنی بیٹا! مجھے مسز خالد کی باتوں نے اس قدر متاثّر کیا کہ میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ معاشرے میں پابندئ وقت کی تبدیلی کا آغاز اگر ہر فرد اپنے گھر سے کرے تو بہت جلد معاشرے میں وقت پر ہونے والی تقریبات کا تناسب بڑھ جائے گا"۔

رجنی: "امی، واقعی آپ نے بہت پتے کی بات کی ہے۔ آٹھ بجنے میں ایک گھنٹہ باقی ہے اور ہم وقت پر پہنچ سکتے ہیں"۔

امی: "ہاں بیٹا، وقت کی قدر و قیمت وہ کنجی ہے جو ہمارے معاشرے کے بہت سارے مسائل کا خاتمہ خود بخود کر دیتی ہے"۔

رجنی: "جی امی۔ آج سے میں اپنی دوستوں کو بھی وقت کی پابندی اور اس کے فوائد کے متعلق بتاؤں گی"۔

مسز خالد کے ہاں منگنی کی تقریب میں جانے کے لیے رجنی کی والدہ کہتی ہیں کہ جلدی کرو تو رجنی بتاتی ہے کہ اُس کی سہیلی کے بقول تقریبات دیر سے ہی شروع ہوتی ہیں اس لیے دیر سے ہی جانا چاہیے۔ رجنی کی امی اسے سمجھاتی ہیں کہ بیٹی وقت بہت قیمتی چیز ہے۔ اس لیے مسز خالد ہمیشہ وقت کی پابندی کرتی ہیں۔ جو مہمان وقت پر آتے ہیں ان کے وقت کو قیمتی جانتے ہوئے تقریب وقت پر ختم کرتی ہیں۔ رجنی بھی امی کی باتوں سے متاثّر ہو کر وقت کی پابندی کی اہمیت اور فوائد کی قائل ہو جاتی ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ رجنی کی سہیلی نے تقریب میں دیر سے پہنچنے کے کیا فوائد بتائے تھے؟

۲۔ ہماری سماجی زندگی میں وقت کی پابندی کی کیا اہمیت ہے؟

۳۔ کسی سماجی تقریب میں دیر سے شرکت کن مسائل کو جنم دیتی ہے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

ا۔ ہمارے معاشرے میں تقریب میں دیر سے پہنچنا بعض لوگوں کے نزدیک۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

۲۔ ہماری سماجی زندگی میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی بڑی اہمیت ہے۔

۳۔ پابندیٔ وقت کی تبدیلی کا آغاز ہر فرد۔۔۔۔۔۔۔۔ سے کرے۔

۴۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے معاشرے کے بہت سارے مسائل کا خاتمہ کرسکتی ہے۔

۵۔ سماجی تقریبات کی رونق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی بدولت ہے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

ا۔	تقریب میں پابندیٔ وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔	
۲۔	میزبان کا فرض ہے کہ وہ مہمانوں کے وقت کو قیمتی سمجھے۔	
۳۔	تقریب دیر سے ختم ہو تو معمولاتِ زندگی متاثر ہوتے ہیں۔	
۴۔	وقت کی پابندی ہمارے مسائل کو بڑھا دیتی ہے۔	
۵۔	تقریب میں وقت کی پابندی کی ذمّے داری مہمانوں کے بجائے میزبان پر ہوتی ہے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
لیکچر	بیان، وعظ، تقریر
جتانا	باور کرانا
رونق	خوبصورتی

میل جول کے آداب

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ وہ اکیلا نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان شروع سے گروہ یا برادری کی صورت میں رہتا چلا آیا ہے گروہ اور برادریاں مل کر معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔ معاشرے میں رہتے ہوئے آپ کو مختلف لوگوں سے میل جول کے مواقع ملتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ کسی تقریب میں شرکت کرتے ہیں، عبادت گاہ میں ملاقات ہوسکتی ہے۔ غرض یہ کہ زندگی میں ایسے مختلف مواقع آتے ہیں جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے رویوں اور اپنی باتوں سے دوسروں کی نظر میں اپنا غلط تاثر قائم کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھار تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سے پہلی ہی دفعہ ملاقات ہو رہی تھی اور ایک غلط تاثر بن گیا جو ہمیشہ قائم ہی رہا۔ ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ دوسرے لوگوں پر اس کا تاثر غلط قائم ہو۔ اس لیے ہمیں چند ضروری باتوں کا خیال رکھنا چاہیے :

۱۔ جب آپ کسی جگہ جانے کے لیے نکلیں تو ذہنی سکون اور ہمیشہ اچھی صورت کے ساتھ جائیں۔

۲۔ مسکراتے چہرے کے ساتھ اندر داخل ہوں۔

۳۔ تقریب کی مناسبت سے کچھ نہ کچھ ساتھ لے کر جائیں۔ ضروری نہیں کہ بہت مہنگی چیز ہو۔ اپنے پاس موجود پیسوں کے لحاظ سے کوئی ایسی چیز خریدیں جو آپ کے میزبان کو پسند آئے۔

۴۔ تقریب میں موجود ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملیں۔

۵۔ اپنے احباب اور دوستوں کے ساتھ بیٹھیں تو زیادہ مت بولیں۔ دوسروں کو بھی بولنے کا موقع دیں، بلکہ دوسروں کو زیادہ بولنے دیں۔ یاد رکھئے کہ مالکِ حقیقی نے آپ کو سننے کے لیے دو کان دیے ہیں اور بولنے کے لیے ایک زبان۔ اس لیے کانوں کا استعمال زیادہ کریں اور زبان کا کم۔

۶۔ لوگوں کے درمیان بیٹھ کر کبھی بھی ایک دوسرے سے کھسر پھسر نہ کریں۔ یہ بہت بری بات ہے۔
۷۔ اگر خدانخواستہ کوئی بات آپ کے مزاج کے خلاف ہو جائے تو در گزر سے کام لیں۔
۸۔ گفتگو دھیمے لہجے میں کریں۔ نہ تو اتنی کم آواز میں بولیں کہ لوگوں کو سننے میں مشکل ہو اور نہ ہی اتنی تیز کہ ایسا محسوس ہونے لگے جیسے آپ چِلّا رہے ہیں۔
۹۔ اپنے رویے اور باتوں سے میزبان کو احساس دلائیں کہ آپ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہیں۔
۱۰۔ تقریب سے رخصت ہونے سے پہلے میزبان سے اجازت لیں۔

انسان معاشرے میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ اسے مختلف لوگوں سے میل جول کی ضرورت پڑتی ہے۔ کبھی کسی تقریب میں، کبھی عبادت گاہ میں، ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی ہے۔ پہلی ملاقات میں اگر اچھا تاثّر قائم کر لیں تو آپ کو لوگ اچھے الفاظ میں یاد کریں گے۔ اچھا تاثر قائم کرنے کے لیے اچھی صورت، مسکراتے چہرے کے ساتھ ملیں۔ خود زیادہ بولنے کے بجائے دوسروں کو بولنے کا موقع دیں، کانوں میں سرگوشی کرنے سے پرہیز کریں اور رخصت ہونے سے پہلے میزبان سے اجازت طلب کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ لوگوں پر اچھا تاثر قائم کرنے کے لیے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟
۲۔ پہلا تاثر ہی آخری تاثّر ہوتا ہے۔ اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔
۳۔ تقریب میں شرکت کرتے ہوئے کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱- انسان ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

۲- گروہ اور برادریاں مل کر۔۔۔۔۔۔ تشکیل دیتے ہیں۔

۳- لوگوں کے درمیان بیٹھ کر۔۔۔۔۔۔ نہیں کرنا چاہیے۔

۴- خلافِ مزاج بات کو ہمیشہ۔۔۔۔۔۔ کریں۔

۵- تقریب سے رخصت ہونے سے قبل میزبان سے۔۔۔۔۔ لیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱-	ہمیں ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملنا چاہیے۔	
۲-	دوست احباب میں بیٹھے ہوئے زیادہ بولنا اور کم سننا چاہیے۔	
۳-	ہمیں تقریب میں ذہنی سکون کے ساتھ جانا چاہیے۔	

فرہنگ	
الفاظ	معانی
خندہ پیشانی	مسکراتا ہوا چہرہ، خوش مزاج
درگزر	نظرانداز کرنا

سلام دعا کے آداب

اُستاد محترم کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے۔ سب بچے احتراماً کھڑے ہوگئے اور انھیں سلام کیا۔ اس دوران پطرس اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ کلاس ختم ہونے کے بعد استاد محترم نے پطرس کو اسٹاف روم میں بلوایا۔

اُستاد: "پطرس کیا بات ہے بیٹا، تم پریشان ہو"؟

پطرس: "جی نہیں سر"۔

استاد: "پھر تم میرے جماعت میں داخل ہونے کے بعد کھڑے کیوں نہیں ہوئے"؟

پطرس: "سر! یہ مجھے غیر ضروری لگتا ہے۔ پہلے کھڑے ہو جاؤ اور پھر بیٹھ جاؤ۔ بس اس لیے میں بچنے کی کوشش کرتا ہوں"۔

استاد: "بیٹا! استاد کے احترام میں کھڑے ہونا اور سلام دعا کرنا اچھی بات ہے۔ اور یہ با اخلاق ہونے کی نشانی ہے"۔

پطرس: "با اخلاق ہونے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟"

استاد: "بیٹا! معاشرے میں رہتے ہوئے ہر شخص کو کچھ اخلاقی عادات و اطوار اپنانی ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک سلام دعا کے آداب ہیں۔ اگر آپ ان آداب سے واقف نہ ہوں تو لوگ نہ صرف آپ پر تنقید کریں گے بلکہ آپ کے والدین کے بارے میں سوچیں گے کہ شاید انھوں نے آپ کی تربیت نہیں کی"۔

پطرس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ وہ سوچنے لگا کہ وہ تو گھر میں بھی کسی کو سلام نہیں کرتا، بلکہ بعض اوقات تو بار بار ٹوکنے کی وجہ سے جان بوجھ کر سلام نہیں کرتا۔

اُستاد محترم نے دیکھا کہ پطرس کو غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو انھوں نے کہا: ''دیکھو بیٹا! آپ کسی بڑے کو سلام کرتے ہیں تو آپ اس کی سلامتی چاہتے ہیں۔ بدلے میں وہ ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ آپ کو بہت سی دعائیں دیتے ہیں۔ گویا سلام کرنا خالی نہیں گیا۔ اس کے بدلے میں آپ کو بہت سی دعائیں مل گئیں۔ اس کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کبھی آپ کو کسی بزرگ کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ خوشی خوشی آپ کی مدد یہ سوچ کر کریں گے کہ یہ بہت با ادب بچہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کا ذکر چھڑے گا تو آپ کے بزرگ آپ کے بارے میں اچھے الفاظ کہیں گے۔ دوسرے لوگ آپ کے بارے میں اچھے الفاظ سنیں گے تو ان کی نظر میں آپ کا اچھا تاثر قائم ہو گا۔ ذرا غور کریں۔ کتنے فائدے بڑوں کو صرف سلام کرنے سے حاصل ہوتے ہیں''۔

پطرس: ''سر! آپ کا بہت شکریہ۔ میں جس چیز کو غیر اہم سمجھتا رہا اس کے تمام پوشیدہ فوائد آپ نے مجھے سمجھا دیے ہیں۔ میں آئندہ اس بات کا خیال رکھوں گا''۔

پطرس کے استاد جب کمرے میں داخل ہوئے تو وہ کھڑا نہیں ہوا۔ استاد پطرس کو اسٹاف روم میں بلاتے ہیں، وجہ معلوم کرتے ہیں اور پھر اسے سمجھاتے ہیں کہ ہمیں سلام دعا کے آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ہمارے والدین کی تربیت پر انگلی اٹھے گی۔ سلام دعا کرنے سے بزرگوں کی ڈھیروں دعائیں ملیں گی اور لوگ آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کریں گے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

۱- سلام دعا کرنے سے کیا فائدے ہوتے ہیں؟

۲- استاد پطرس کے سلام نہ کرنے پر کیا سمجھاتے ہیں؟

۳- بزرگوں کو سلام کیا جائے تو وہ کیسا محسوس کرتے ہیں؟ اپنے الفاظ میں لکھئے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ اخلاقی عادات و اطوار میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے آداب شامل ہیں۔

۲۔ بزرگوں کو سلام کرنے سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملتی ہیں۔

۳۔ سلام دعا نہ کرنے سے لوگ ۔۔۔۔۔۔۔۔ کی تربیت پر انگلی اٹھاتے ہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

بیان	
۱۔ سلام دعا کرنے سے با اخلاق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔	
۲۔ والدین اور بزرگوں کو سلام کرنے سے آپ کو معاشرے میں شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔	
۳۔ بزرگوں کی دعائیں خوشی کا احساس پیدا کرتی ہیں۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
معمول	ایسا کام جو ہر روز یا ہمیشہ کیا جائے۔
سعادت مند	نیک، خوش بخت۔
طور (ج) اَطوار	طور طریقے۔

بڑوں کا ادب

ایک کسان کے چار بیٹے تھے۔ بڑے تینوں بیٹے بہت محنتی اور فرماں بردار تھے، جب کہ چھوٹا بیٹا لاڈ پیار کی وجہ سے خود سر اور نافرمان ہو گیا تھا۔ وہ چھوٹے بڑے کا کوئی لحاظ نہیں کرتا تھا۔ گاؤں کے دوسرے بزرگ تو ایک طرف، وہ اپنے والدین کی بھی عزّت نہیں کرتا تھا۔ تمام بھائی ہمیشہ اس سے خائف رہتے تھے اور والدین اس کی روز روز کی شکایات سے تنگ آ چکے تھے۔

ایک دن وہ اسکول جا رہا تھا۔ راستے میں کیکروں کے ایک بڑے جھنڈ کے نیچے سے گزرا تو اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ اس کی تو چیخ نکل گئی۔ درد کے مارے وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بہت مشکل سے پاؤں سے کانٹا نکالنے کی کوشش کی تو کانٹا ٹوٹ گیا۔ تکلیف زیادہ تھی اور کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ ہر آتے جاتے کی منت سماجت کرنے لگا کہ میری مدد کرو۔ لوگ اس کی فریاد سنتے مگر آگے بڑھ جاتے، کیوں کہ وہ پورے گاؤں کا ناپسندیدہ بچہ تھا۔ تھک ہار کر وہیں بیٹھے بیٹھے رونے لگا۔

اتفاقاً ایک بزرگ وہاں آن پہنچے۔ انھوں نے بچے کو روتے دیکھا تو قریب آ کر نرمی سے پوچھا: ”کیا بات ہے بیٹا۔ تم کیوں رو رہے ہو“؟

بچے نے بتایا کہ اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہے اور کوئی بھی اس کی مدد نہیں کر رہا۔

بزرگ اس کے پاس بیٹھ گئے اور کہا: ”بیٹا! کوئی بھی آپ کی مدد اس لیے نہیں کر رہا کہ سب لوگ آپ سے ناخوش ہیں۔ آپ نے کبھی بڑوں کا احترام نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ انھیں پریشان کیا۔ آپ کا یہ رویہ ان کے دل میں یوں چبھتا ہے جیسے آپ کے پاؤں میں یہ کانٹا“۔

بچے نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ بزرگ نے اس کے سر پر تھپتھپاتے ہوئے کہا: ”دیکھو بیٹا! زندگی میں

بڑوں کا احترام بہت ضروری ہے۔ بڑوں کا ساتھ، ان کی دعائیں، ان کی ہمدردی، ان کی محبت اور ان کا سایہ ہمارے لیے ہر آفت، ہر مصیبت اور ہر پریشانی میں ڈھال کا کام کرتا ہے۔ جس کے پاس یہ ڈھال نہیں وہ تمھاری طرح اکیلا اور پریشان رہے گا "۔ یہ کہہ کر بزرگ نے بچے کے پاؤں سے کانٹا نکالا اور وہاں سے چل دیے۔

بچہ گھر لوٹا تو اس نے گاؤں کے ہر ایک چھوٹے بڑے سے معافی مانگی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کے رویے نے دوسروں کو کتنی تکلیف پہنچائی ہے۔ آہستہ آہستہ اس کی بدمزاجی اور چڑچڑا پن ختم ہو گیا۔ اب وہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنے لگا اور بڑوں کا ادب کرنے لگا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ وہ خوشی ہے جو اسے پہلے کبھی نہیں ملی۔

کسان کا سب سے چھوٹا بیٹا لاڈ پیار کی وجہ سے نافرمان ہو گیا تھا۔ ہر شخص اس کے رویے سے بیزار تھا۔ ایک دن راہ چلتے اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا تو کسی نے اس کی مدد نہ کی۔ مشکل وقت میں ایک بزرگ اس کی مدد کو آئے۔ انھوں نے اسے سمجھایا کہ انسان کی زندگی میں بڑوں کے احترام کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ان کی دعائیں، ان کی ہمدردی، ہمارے لیے مصیبت میں ڈھال کا کام کرتی ہیں۔ اس دن بچے نے نہ صرف سب سے معافی مانگی، بلکہ بڑوں کا ادب کرنا بھی شروع کر دیا۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ بڑوں کا ادب کیوں ضروری ہے؟

۲۔ بڑوں کا ادب کرنے سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟

۳۔ کسان کے چھوٹے بیٹے کو بڑوں کا ادب نہ کرنے کے باعث کیا نقصان اٹھانا پڑا؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ بڑوں کی دعائیں اور محبت ہمارے لیے مصیبت و پریشانی میں۔۔۔۔۔۔۔۔ کا کام کرتی ہے۔

۲۔ کسان کا چھوٹا بیٹا لاڈ پیار کی وجہ سے ۔۔۔۔۔ اور ۔۔۔۔۔۔ ہو گیا تھا۔

۳۔ کسان کے بڑے تینوں بیٹے۔۔۔۔۔۔۔۔ تھے۔

۴۔ بہتر زندگی کے لیے۔۔۔۔۔۔ بہت ضروری ہے۔

۵۔ نا فرمان بچے کا رویہ ہر ایک کے دل میں۔۔۔۔۔۔ کی طرح چبھتا تھا۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ کسان کا چھوٹا بیٹا خود سر اور نافرمان تھا۔	
۲۔ بزرگ نے بچے سے کہا کہ بڑوں کا احترام نہیں کرنا چاہیے۔	
۳۔ بزرگوں کی دعائیں ہمارے لیے ڈھال کا کام کرتی ہیں۔	
۴۔ بزرگ کے سمجھانے کے باعث بچہ بدمزاج اور چڑچڑا ہو گیا۔	
۵۔ بچے نے گھر لوٹ کر ہر ایک چھوٹے بڑے سے گلے شکوے کیے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
خود سر	سرکش، ضدی، کسی کی نہ سننے والا،
خائف	خوف زدہ
جھنڈ	بہت سے درخت جو ایک جگہ اُگے ہوں۔ پرندوں کے غول کو بھی جھنڈ کہتے ہیں۔
خندہ پیشانی	خوش اخلاقی، ہنستا ہوا چہرہ

شمولیت کے آداب

اخلاقیات کے استاد محترم کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے تو سب بچے احتراماً کھڑے ہو گئے۔ استاد محترم نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سب بیٹھ گئے تو فرمایا: ''اگلے ہفتے سینٹ میری اسکول میں کھیلوں کے مقابلے ہیں۔ کرکٹ، رسہ کشی، بوری ریس، بیت بازی، ذہنی آزمائش وغیرہ کے بھی مقابلے ہوں گے۔ آپ میں سے کون کون حصہ لینا چاہتا ہے۔''

مقابلے کے شوقین بچوں نے خوش ہو کر ہاتھ اٹھا دیے۔ اس کے بعد استاد محترم نے پوچھا: ''اب وہ بچے ہاتھ اٹھائیں جو مقابلے میں حصہ نہیں لے رہے، مگر ٹیم کے ساتھ جانا چاہتے ہیں''۔

اب کی بار کچھ اور بچوں نے ہاتھ اٹھائے۔ استاد محترم خوش ہو گئے اور کہا ''دیکھو بچو! وہاں مختلف اسکولوں کے بچے آئیں گے۔ سب کو کھیلوں میں اس طرح سے شمولیت کرنی ہے کہ آپ اچھے بچے نظر آئیں''۔

ڈیوڈ نے ہاتھ کھڑا کیا۔ استاد محترم نے کہا: ''ڈیوڈ بیٹا، آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں''؟

ڈیوڈ: ''جی سر۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں کن کن باتوں کا خیال رکھنا ہو گا؟''

استاد: ''کچھ خاص باتیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہو گا وہ یہ ہیں:

ا۔ جب کوئی کام آپ کو انفرادی طور پر کرنا ہو تو اپنی پوری جان لڑائیں جیسے کہ بوری ریس۔ اس میں کوئی آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ آپ کو خود ہی بہترین کھیل پیش کرنا ہے۔

۲۔ اگر کوئی ایسا کھیل ہو جس میں ایک ٹیم کے طور پر حصہ لینا ہو تو یاد رکھیں کہ ٹیم کے سب لوگوں کو یک جان ہو کر کھیلنا ہوگا۔ فرض کریں رسہ کشی کا مقابلہ ہے۔ مخالف ٹیم کے چھے کھلاڑی ہوں اور آپ لوگ بھی چھے۔ اگر ٹیم کے کچھ لوگ رسہ کھینچنے میں محنت نہیں کریں گے تو یقیناً ٹیم ہار جائے گی۔

۳۔ جب سب بچے مل کر کھیلتے ہیں تو ہمیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ سب ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور خوش دلی سے پیش آئیں۔ کوئی کسی کو دھکا دے کر نہ گرائے اور نہ ہی ٹانگ اڑائے۔

۴۔ فرض کریں بیت بازی کا مقابلہ ہے۔ جس بچے کو پہلے شعر یاد آجائے وہ سنا دے، لیکن ایسا نہ ہو کہ اگر کوئی اور سنانا چاہ رہا ہے تو آپ اسے نظر انداز کر کے خود جلدی سے سنا دیں۔ اس سے دوسرے بچوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ ٹیم کے سب لوگوں کو موقع ملنا چاہیے۔

۵۔ اگر آپ کو محسوس ہو کہ آپ کسی کھیل میں زیادہ اچھے نہیں تو یہ بہانہ بنا کر کھیل سے باہر مت نکلیے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا کرنے سے باقی دوستوں کا مزاج خراب ہو جائے۔ اس کا حل کھیل چھوڑ جانا بالکل بھی نہیں۔ بس یہ اصول یاد رکھئے کہ آپ جتنی مشق کریں گے اتنی ہی مہارت آپ میں آتی جائے گی۔

۶۔ کھیل میں اپنے ساتھیوں کے علاوہ مخالف ٹیم کے کھلاڑیوں کے ساتھ بھی احسن طریقے سے پیش آئیں۔ مخالف ٹیم ہماری حریف ضرور ہوتی ہے، دشمن نہیں۔

۷۔ دنیا کے ہر کھیل میں ہار جیت ہوتی ہے۔ ہار کو کبھی دل پر لے کر مت بیٹھ جائیں۔ اس کے بجائے اپنی خامیوں پر توجّہ دیں اور عزم کریں کہ اگلی دفعہ ہم زیادہ اچھی طرح کھیلیں گے۔

استاد کمرۂ جماعت میں پہنچ کر کھیلوں کے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے طلبہ سے پوچھتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ اس مقابلے میں مختلف اسکولوں کے بچے حصہ لیں گے اس لیے چند باتوں کا خیال رکھنا ہوگا، تاکہ آپ لوگوں کا شمار اچھے بچوں میں ہو سکے۔ یک جان ہو کر کھیلنا، انفرادی طور پر خوب محنت کرنا، مخالف ٹیم سے خوش دلی اور نرمی کے ساتھ پیش آنا، کسی کی دل آزاری نہ کرنا، کھیل میں آخری وقت تک ہمت سے مقابلہ کرنا اور ہار پر دل نہ چھوڑنا، بلکہ اپنی خامیوں کو دور کرنے کا عزم کرنا۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ کھیلوں کے انعقاد کا سن کر بچوں کا کیا ردِ عمل تھا؟

۲۔ استاد محترم شمولیت کے آداب کے بارے میں کیا بتاتے ہیں؟

۳۔ کھیل میں ہار جیت پر کیا رویہ ہونا چاہیے؟ اپنے الفاظ میں بیان کیجئے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ کھیل میں جیت کے لیے ہر کھلاڑی کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کرنا چاہیے۔

۲۔ ٹیم کے سب کھلاڑیوں کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہو کر کھیلنا چاہیے۔

۳۔ مخالف ٹیم کے کھلاڑیوں کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے پیش آنا چاہیے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ مخالف ٹیم ہماری حریف ہوتی ہے، دشمن نہیں۔	
۲۔ ہارنے پر کسی بھی طرح بدلہ لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔	
۳۔ مشق کرنے سے کھیل میں بہتری نہیں آتی۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
جان لڑانا	پوری کوشش کرنا
یک جان ہونا	سب کا ایک ساتھ مل کر کسی مقصد کے لیے کوشش کرنا
دل آزاری	دل دکھانا
حریف	مخالف
دل پر لینا	کسی بات کا بہت برا منانا اور بات دل میں رکھنا
عَزم	پکا ارادہ

مریض کی عیادت

راجیش اسکول سے واپس آیا تو آتے ہی چلّانے لگا: ''امّی امّی! کہاں ہیں آپ''؟

امی نے باورچی خانے سے آواز دی: ''کیا بات ہے بیٹا، کیوں چلّا رہے ہو؟''

راجیش: ''امی جان! آج میرے دوست محمد علی کی طبیعت اچانک بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔''

امی جان: ''کیوں؟ اسے کیا ہوا تھا؟''

راجیش: ''اس کے پیٹ میں بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ٹانگیں سیدھی نہیں کرپا رہا تھا۔ استاد نے اسے پیٹ کے درد کی دوا بھی دی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس کے والدین کو بلوا کر اسے اسپتال بھجوا دیا۔

امی جان: ''پھر کیا ہوا؟''

راجیش: ''اس کے بعد ہم سب اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگئے۔''

امی جان: ''بیٹا! تمھیں شام میں ضرور اس کی عیادت کے لیے جانا چاہیے۔''

راجیش: ''مگر امی جان! شام کا وقت تو میرے کھیلنے کا وقت ہوتا ہے۔''

امی جان: ''بیٹا تمھیں پتہ نہیں ہے کہ مریض کی عیادت کتنے ثواب کا کام ہے۔ اس کے لیے تم اپنا کھیل کا وقت قربان کرکے اپنے دوست کی عیادت کرنے کے لیے جاؤ۔''

راجیش: ''اچھا، بتائیے کیا ثواب ہوتا ہے''؟

امی جان: ''مریض کی عیادت کرنا عبادت ہے۔ ہم سب لوگ معاشرے میں ایک زنجیر کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کے دکھ درد میں ساتھ دینا، بیماری میں عیادت کرنا ہمارا تعلق مضبوط بناتا ہے''۔

راجیش: ''مگر امی! عیادت کرنے سے اسے کیا فائدہ ہوگا؟ ٹھیک تو وہ ڈاکٹر کے علاج سے ہوگا''۔

امی جان: ''بیٹا! آپ کے دوست احباب، رشتے دار اور پڑوسی آپ کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں۔ بیماری میں ہم سب ایک دوسرے سے ہمدردی کی توقع رکھتے ہیں۔ جب آپ ان کی عیادت کے لیے جاتے ہیں تو وہ

نفسیاتی طور پر خوشی کے احساس سے اپنے آپ کو بہتر محسوس کرنے لگتے ہیں۔ یاد رکھیں عیادت کرنے سے ہم مریض کو ایک جذباتی سہارا دے رہے ہوتے ہیں۔ اس سہارے کی بدولت وہ اپنی بیماری سے لڑنے کے لیے اپنے اندر طاقت محسوس کرتا ہے"۔

راجیش: "امی جان! میں آج شام ضرور اپنے دوست کی عیادت کے لیے جاؤں گا"۔

امی: "بیٹا! کچھ ضروری باتوں کا خیال رکھنا۔"

راجیش: "جی، وہ کیا؟"

۱۔ مریض کے کمرے میں اونچی آواز میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۲۔ عیادت کرنے والے کو اپنی گفتگو سے مریض کا حوصلہ بڑھانا چاہیے۔ اسے احساس دلانا چاہیے کہ وہ ہر قسم کی بیماری سے لڑ سکتا ہے۔

۳۔ اگر پتہ چلے کہ مریض کسی شدید بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ذکر مریض کے سامنے نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے ورنہ اس کے آرام میں خلل پڑے گا۔

۵۔ عیادت کے لیے جاتے وقت مریض کے لیے پھول یا پھل لے جانے چاہئیں۔ تاہم اگر کسی وجہ سے جیب میں پیسے نہ ہوں تو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اسے بہانہ بنا کر مریض کی تیمار داری کے لیے ہی مت جائیں۔

سبق کا خلاصہ

راجیش اسکول سے گھر واپس آکر اپنی امی کو بتاتا ہے کہ اس کے دوست کی طبیعت اسکول میں خراب ہو گئی تھی اور اسے اسپتال میں داخل کروا دیا گیا ہے۔ راجیش کی امی اس سے کہتی ہیں کہ تمھیں اپنے دوست کی عیادت کے لیے جانا چاہیے کیونکہ بیمار کی مزاج پرسی سے میل جول بڑھتا ہے۔ امی راجیش کو بتاتی ہیں کہ عیادت کے لیے جائیں تو خیال رکھنا چاہیے کہ مریض سے اونچی آواز میں گفتگو سے پرہیز کریں اور اس کے آرام کا خیال رکھیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ مریض کی عیادت کیوں ضروری ہے؟

۲۔ عیادت میں کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ بیماری میں عیادت کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کو مضبوط بناتا ہے۔

۲۔ عیادت کرنے سے ہم مریض کو ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سہارا دیتے ہیں۔

۳۔ عیادت کرنے والے کو اپنی گفتگو سے مریض کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بڑھانا چاہیے۔

۴۔ مریض کے کمرے میں کسی قسم کا۔۔۔۔۔۔۔ نہیں کرنا چاہیے۔

۵۔ مریض کی عیادت کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے برابر ہے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

ا۔	ہم سب لوگ معاشرے میں زنجیر کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔	
۲۔	مریض کو ایک جذباتی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔	
۳۔	مریض سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی بے چارگی پر گفتگو کرنی چاہیے۔	
۴۔	مریض کے پاس عیادت کرنے والوں کا مجمع ضروری ہے۔	
۵۔	مریض کے کمرے میں اونچی آواز میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔	

فرہنگ

الفاظ	معانی
عیادت	کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنا
خلل پڑنا	رکاوٹ آنا

شخصیات

آٹھویں جماعت کے طلبہ بہت بے چینی سے اخلاقیات کے استاد موہن لال صاحب کا انتظار کر رہے تھے۔ سر نے وعدہ کیا تھا کہ اس ہفتے وہ کچھ ایسی مشہور شخصیات کا تعارف پیش کریں گے، جنھوں نے دنیا میں بہت نام کمایا اور لوگوں کے لیے ایک مثال بن گئے۔ جیسے ہی موہن لال صاحب کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے سب بچے کھڑے ہو گئے اور خوش ہو کر باآوازِ بلند سلام کیا۔ موہن لال صاحب سمجھ گئے کہ بچے بہت بے چین ہیں، انہوں نے بچوں کو ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا:

"بچو! ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس ہفتے آپ کو کچھ عظیم شخصیات کا تعارف کروائیں گے۔"

"جی سر!" سب بچوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

موہن لال صاحب: "تو چلو ٹھیک ہے۔ ہم آپ کا تعارف چار ہستیوں سے کروائیں گے۔"

۱۔ میراں بائی ۲۔ مقدس اگسٹین ۳۔ ابن مسکویہ ۴۔ ابراہام لنکن

میراں بائی

سب سے پہلے ہم میراں بائی کے متعلق بات کریں گے۔ بچو! پندرھویں صدی میں ہندوستان کے صوفی شاعروں نے ایک تحریک شروع کی جسے بھگتی تحریک کہا جاتا ہے۔ اس تحریک کا مقصد ہندوستان کے عوام کو روحانیت کی طرف مائل کرنا تھا اور یہ سمجھانا تھا کہ بھگوان انسانوں سے فاصلہ نہیں رکھتا بلکہ ان سے محبت کرتا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ اس تحریک نے رسوم کی نسبت عقیدت اور عشق خداوندی پر زور دیا۔

میراں بائی سولہویں صدی میں ہندو مت کی ایک مشہور صوفی شاعرہ اور اسی بھگتی تحریک کی سرگرم کارکن گزری ہیں۔ آپ جودھپور کے راجہ رتن سنگھ کی بیٹی تھیں۔ آپ ۱۵۰۳ء (1503AD) میں راجھستان کے ضلع کڑکی کے چوکڑی نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئیں۔ آپ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھیں اور آپ کی والدہ آپ کو بچپن ہی میں داغِ مفارقت دے گئیں تھیں۔ آپ کی شادی آپ کی مرضی کے بغیر اودھے پور کے راج کمار بھوج راج سے ہوئی۔ بھوج راج ایک جنگ میں زخمی ہوا۔ یہ زخم ایسا مہلک ثابت ہوا کہ بھوج راج اس کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گیا۔

میراں بائی کرشن جی کی بھگت تھیں اور ہر وقت کرشن جی کی پرستش میں مصروف رہتی تھیں۔ مندر میں جا کر کرشن جی کی مورتی کے سامنے زائرین کے روبرو ناچتی اور گاتی تھیں۔ شاہی خاندان نے اپنی تذلیل محسوس کرتے ہوئے انھیں روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ ایک روایت کے مطابق آپ کو زہر بھی دیا گیا جس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر کار آپ محل چھوڑ کر دوارکا اور برندابن کے مندروں میں گھومتی اور بھجن گاتی رہتیں۔

اس عرصے کے دوران آپ سنت شرومنی رامانند جی کے شاگرد بھگت روی داس صاحب چمار کی مرید ہو گئیں۔ آپ نے تلسی داس سے بھی خط و کتابت کی۔ آپ کا سن وفات ۱۵۸۳ء (1583AD) بتایا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق میراں بائی کرشن جی کی اس مورت کی پرستار تھیں جسے ''رنچھوڑ'' کہتے ہیں۔ ایک دن آپ نہایت

خشوع و خضوع سے پوجا کر رہی تھیں کہ مورتی شق ہو گئی اور آپ اس کے اندر سما گئیں۔

میراں بائی کے بھجن شیرینی اور سادگی کے لیے مشہور ہیں۔ آپ نے جذبات نگاری اور تکمیلِ عشق کا جو انداز اختیار کیا وہ صوفی شعرا کے اثر کے سبب معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی شاعری جذبات کی شاعری ہے۔ مثال کے طور پر ان کے ایک ہندی قطعے کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

نندلال یعنی کرشن جی! میری آنکھوں میں بسئے۔
آپ کی سلونی صورت موہنی ہے اور آنکھیں کیسی بڑی بڑی ہیں!
سر پر مور جیسا تاج، ہیرے کی بالی اور ماتھے پر سرخ تلک والے
میرے بھگوان اچھے لوگوں کی رکشا کرتے اور اپنے بھگتوں کو پیار کرتے ہیں۔

میراں بائی کے بھجنوں میں اس قدر اثر تھا کہ سامعین کے دلوں کو چھو جاتا تھا۔ آپ کے الفاظ میں درد اور زبان میں جادو تھا۔ اسی لیے لوگ آپ کی دیویوں کی طرح عزت کرتے تھے۔ آپ کی چار تصانیف مشہور ہیں۔

۱۔ نرسینہ جی کا مائرا ۲۔ گیت گووندٹیکا ۳۔ راگ گوون ۴۔ راگ سورٹھ

سکھ مت کے گرو گوبند سنگھ جی نے ۱۶۹۳ء میں صوفی شاعری کی ایک کتاب مُرتّب کی جسے ''پریم امبودھ پوتھی'' کہا جاتا ہے۔ میراں بائی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کا کلام اس کتاب میں موجود ہے۔ اسی لیے ہندو مت کے ساتھ ساتھ سکھ مذہب میں بھی میراں بائی کی صوفی شاعری کے سبب انھیں بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

سبق کا خلاصہ

میراں بائی راجہ رتن سنگھ کی اکلوتی بیٹی تھیں۔ بچپن میں ماں کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی شادی اودھے پور کے راج کمار بھوج راج سے ہوئی۔ آپ کرشن جی کی بھگتی کرتی تھیں اور ان کی مورتی کے سامنے زائرین کی موجودگی میں ناچتی گاتی تھیں۔ نتیجتاً شاہی خاندان نے اپنی تذلیل محسوس کرتے ہوئے آپ پر ظلم و ستم کئے۔

آپ محل چھوڑ کر دوارکا اور برندابن کے مندروں میں چلی گئیں اور سنت شرومنی رامانند جی کے شاگرد بھگت روی داس صاحب چمار کی شاگرد ہو گئیں۔ میراں بائی کے بھجن سادگی اور شیرینی کے لیے مشہور ہیں۔ ان کے بھجنوں میں صوفیانہ اثر جھلکتا ہے۔ گرو گوبند سنگھ جی کی مرتب کردہ تصنیف ''پریم امبودھ پوتھی'' میں آپ کے کلام کا نمونہ شامل کیا گیا ہے۔ اس لیے سکھ مذہب میں بھی آپ کو عقیدت و احترام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ میراں بائی کے حالاتِ زندگی پر ایک نوٹ لکھیے۔

۲۔ میراں بائی کے بھجن میں کیا خصوصیات پائی جاتی ہیں؟

۳۔ میراں بائی کی تصانیف میں سے کسی دو کے نام لکھیے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ میراں بائی۔۔۔۔۔۔کی بھگت تھیں۔

۲۔ میراں بائی رامانند کے شاگرد۔۔۔۔۔۔۔۔کی مرید ہو گئیں۔

۳۔ میراں بائی نے تکمیلِ عشق کا جو انداز اپنایا وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا اثر معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ میراں بائی کے کلام کے نمونے گرو گوبند جی کی تصنیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں موجود ہیں۔

۵۔ میراں بائی کرشن جی کی اس مورت کی پرستار تھیں جسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ میراں بائی راج کمار بھوج راج کی بیٹی تھیں۔	
۲۔ میراں بائی تلسی داس کی مرید ہو گئیں۔	
۳۔ بھگتی تحریک نے رسومات کی نسبت عقیدت اور عشقِ خداوندی پر زور دیا۔	
۴۔ میراں بائی کی مشہور تصانیف کی تعداد دس ہے۔	
۵۔ میراں بائی محل چھوڑ کر دوارکا اور برندابن کے مندروں میں چلی گئیں۔	

د: لائبریری یا انٹرنیٹ سے میرابائی کی کوئی تصویر اور ان کی کچھ شاعری تلاش کیجیے۔

ھ: آپ ساتویں جماعت میں حضرت رابعہ بصری کے حالات زندگی پڑھ آئے ہیں۔ اپنی کاپی میں دو کالم بنا کر حضرت رابعہ بصری اور میراں بائی کے حالاتِ زندگی کا ایک تقابلی جائزہ پیش کیجیے۔

فرہنگ

الفاظ	معانی
رسم (ج) رسوم	وہ کام جو مذہب یا رواج کا حصہ سمجھ کر کئے جاتے ہیں۔
عشقِ خداوندی	صوفیاء کی اصطلاح میں اس کے معنی مالکِ حقیقی سے بے پناہ محبت کرنے کے ہیں
داغِ مفارقت دینا	انتقال کر جانا۔ (''مفارقت'' کے معنی ہیں جدائی)
مُہلک	ہلاک کرنے والا۔
زائر (ج) زائرین	زیارت کرنے والے۔
رنچھوڑ	ایک مورتی کا نام۔
خُشوع و خُضوع	بہت دل لگا کر عبادت کرنا۔
شَقّ ہو جانا	پھٹ جانا، دو ٹکڑے ہو جانا

مُقدّس اگسٹین

اخلاقیات کے استاد موہن لال صاحب ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے۔ بچوں کو ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کا کہا اور مخاطب ہوئے: بچو! دنیائے مسیحیت میں مُقدّسین وہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کی عبادت گزاری اور پاکیزہ زندگی عام انسانوں سے کہیں برتر ہوتی ہے۔ یہ مالکِ حقیقی کے مُقدّس و مُقرّب بندے ہوتے ہیں۔ مُقدّسین کا واحد مُقدّس ہے جو ''قُدس'' سے نکلا ہے جس کے معنٰی پاک ہیں۔ اس لیے یہ لفظ پاک ہستیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
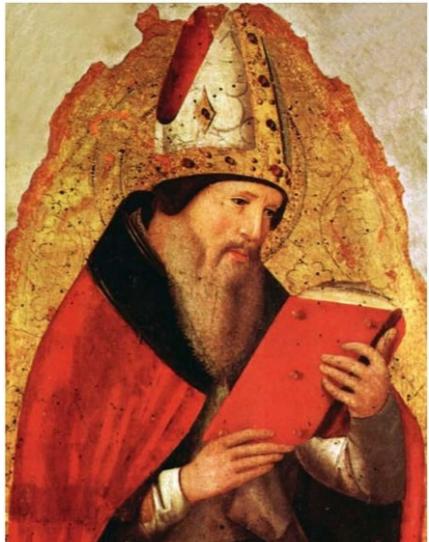
آج ہم آپ کو ایک ایسی ہی عظیم شخصیت مقدس اگسٹین کے حالات زندگی بتائیں گے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ انسانی تاریخ کی انتہائی ذہین ترین ہستی بھی تھے۔ مقدس اگسٹین موجودہ الجیریا کے قریب ایک مقام تاگاستی Tagaste میں ۱۳ نومبر ۳۵۴ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی اپنے وقت کی بہت بڑی وَلیّہ تھیں۔

آپ کی والدہ نے مسیحی تعلیمات کے مطابق آپ کی پرورش کی۔ تاہم اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں آپ کے ذہن میں مذہب سے متعلق کچھ ایسے سوالات پیدا ہوئے کہ آپ نے کچھ عرصے کے لیے مسیحی دین سے دوری اختیار کرلی۔ آپ کی زندگی کا یہ عرصہ اٹلی کے شہر میلان میں گزرا۔ آپ کی والدہ اس تمام عرصے میں رورو کر آپ کے لیے دعائیں کیا کرتیں کہ مالکِ حقیقی آپ کو دوبارہ راہِ حق اور زندگی کی طرف لے آئے۔ اپنی زندگی کے اس دور میں آپ مقدس امبروز کے خطبات اکثر سنا کرتے تاکہ کوئی فیصلہ کر سکیں کہ انھیں مسیحیت میں رہنا ہے یا نہیں۔ اٹلی میں قیام کے دوران مقدس امبروز کے خطبات نے آپ کی کایا پلٹ دی اور آپ نے تسلیم کرلیا کہ مسیحیت سچا مذہب ہے۔ اس کے باوجود آپ مسیحی نہ ہوئے، کیونکہ آپ کے دل میں یہ سوچ تھی کہ آپ پاکیزہ زندگی نہیں گزار سکتے۔

ایک دن آپ نے دو افراد کے متعلق سنا جو مقدس انتھونی کے حالات زندگی پڑھتے ہی دائرۂ مسیحیت میں داخل ہو گئے تھے۔ یہ دونوں شخص کوئی عالم نہیں، بلکہ عام سے شخص تھے۔ مقدس اگسٹین نے ان کے حالات جان کر اپنے دوست الیپوئیس سے کہا: ''ہم لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اَن پڑھ لوگ زبردستی جنت کے وارث بنتے جا رہے ہیں۔ اور ہمیں دیکھو، اپنے تمام تر علم کے باوجود اتنے کمزور ہیں کہ اپنے گناہوں میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔ افسوس ہے ہم پر''۔

غم سے بھرا ہوا دل لے کر آپ تنہائی میں چلے گئے اور مالکِ حقیقی سے مخاطب ہو کر کہا: ''آخر کب تک اے میرے مالک؟ آخر اب میں اس زندگی کو خیرباد کیوں نہیں کہہ دیتا؟'' اس لمحے غیب سے ایک بچے کی آواز آئی کہ ''یہ لو، اسے پڑھو''۔

آپ سمجھ گئے کہ یہ آواز مالکِ حقیقی کی طرف سے ہے اور اس کا حکم ہے کہ آپ بائبل مقدس کھول کر اس میں سے وہ پڑھیں جو مالکِ حقیقی چاہتا ہے۔ آپ نے بائبل مقدس کھولی تو رومیوں کے نام پولوس رسول کا ایک خط سامنے تھا۔ مالکِ حقیقی کے کلام میں لکھا تھا:

> ''جیسا دن کو دستور ہے شائستگی سے چلیں، نہ کہ ناچ رنگ اور نشہ بازی سے۔ نہ زناکاری اور شہوت پرستی سے اور نہ جھگڑے اور حسد سے۔ بلکہ مالکِ حقیقی یسوع مسیح کو پہن لو اور جسم کی خواہشوں کے لیے تدبیریں نہ کرو''۔
>
> (باب۱۳ آیات ۱۳ اور ۱۴)

آپ کے من کے اندر سچائی تلاش کرنے کی جستجو تو پہلے ہی چل رہی تھی۔ ان آیات نے آپ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ آپ نے اپنے آپ کو مالکِ حقیقی کے سامنے پیش کر دیا اور ایک نئی زندگی کی ابتدا کر دی۔ آپ نے اصطباغ (بپتسمہ) لیا اور ایک چرچ میں خدمات انجام دینے لگے۔ آگے چل کر آپ بشپ منتخب ہوئے۔ آپ ایک مشہور مسیحی مصنف بھی ہیں اور کیتھولک چرچ میں اگسٹین جماعت آپ ہی کے نام سے منسوب ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی مثالی زندگی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے چرچ نے آپ کو ''مُقدّس'' کا لقب عطا کیا۔

آپ کے کمرے کی دیوار پر بڑے بڑے حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

''یہاں کسی کی برائی نہیں کی جاتی''۔

مقدس اگسٹین کی تعلیمات

۱۔ ایمان ان دیکھی چیز پر بھروسہ کرنے کا نام ہے اور ایمان کا اجر یہ ملتا ہے کہ آپ جو بھروسہ رکھتے ہوں وہی آپ کے حق میں ہو جاتا ہے۔

۲۔ اگر بڑے بڑے کام کرنا چاہتے ہیں تو ابتدا چھوٹے چھوٹے کاموں سے کیجیے۔

۳۔ جیسے جیسے آپ کے اندر محبت بڑھتی ہے، ویسے ویسے خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ محبّت روح کی خوبصورتی ہے۔

۴۔ دنیا ایک کتاب کی مانند ہے، اس لیے جو لوگ سفر نہیں کرتے انھوں نے اس کتاب کا صرف ایک ہی صفحہ پڑھا ہے۔

۵۔ غور کیجیے کہ مالکِ حقیقی نے آپ کو کتنا کچھ دے رکھا ہے۔ اس میں سے جو آپ کی ضرورت ہے وہ لے لیجیے باقی ضرورت مندوں کو دے دیجیے۔

آپ نے لوگوں کے عقائد درست کرنے کے ساتھ ساتھ انتہائی سادہ زندگی گزاری اور غریبوں کی بہت خدمت کی۔ آپ نے مسیحیت کا پیغام دور دور تک پھیلایا۔ آپ اپنی موت کے وقت تک بھی انتہائی افسوس کے ساتھ مالکِ حقیقی سے کہا کرتے: اے مالکِ حقیقی! افسوس کہ میں نے اپنا بہت وقت تجھ سے دور رہ کر بتا دیا۔" اس کا ازالہ کرنے کے لیے آپ اپنی پوری زندگی مالکِ حقیقی کی بندگی کرتے رہے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرتے رہے تاکہ وہ بھی مالکِ حقیقی کے حضور حاضر ہوں۔ ۲۸ اگست ۴۳۰ء کو الجیریا میں "ہِپّو" نامی ایک مقام پر آپ مقدسین کے ساتھ سو گئے۔ دنیائے مسیحیت ہر سال ۲۸ اگست کو انتہائی عقیدت واحترام کے ساتھ مُقدّس اگسٹین کی عید مناتی ہے۔

مقدس اگسٹین موجودہ الجیریا کے قریب ایک مقام تاگاستی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ نے آپ کی پرورش مسیحی تعلیمات کے مطابق کی، لیکن چند سوالات کی بنیاد پر آپ مسیحیت سے مطمئن نہ ہو سکے۔ ایک دن آپ نے سنا کہ کس طرح دو بالکل ان پڑھ لوگ مقدس انتھونی کے حالات پڑھ کر مسیحیت قبول کر چکے ہیں تو وہ بہت نادم ہوئے کہ ان پڑھ لوگ مالکِ حقیقی کی بادشاہی میں داخل ہو رہے ہیں اور ہم اتنا علم رکھنے کے باوجود اس سے باہر ہیں۔
غم زدہ ہو کر آپ نے دعا کی تو بائبل مقدس میں سے رومیوں ۱۳ باب کی آیات ۱۳ تا ۱۴ آیات پڑھنے کی بشارت ملی۔ ان آیات نے آپ کی زندگی بدل دی اور آپ نے بپتسمہ لینے کے بعد اپنے آپ کو چرچ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ چرچ نے آپ کو مقدس کا لقب عطا فرمایا۔ ۲۸ اگست ۴۳۰ء کو الجیریا میں ہپو نامی ایک مقام پر آپ انتقال فرما گئے۔ اسی لیے کچھ لوگ آپ کو سینٹ اگسٹین آف ہپو بھی کہتے ہیں۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ مقدّس اگسٹین کی ابتدائی زندگی کیسے گزری؟ مختصراً بیان کیجئے۔

۲۔ مقدّس اگسٹین مسیحی تعلیم کے مطابق پرورش پانے کے باوجود مسیحیت سے دور کیوں رہے؟

۳۔ مقدّس اگسٹین کی مذہبی زندگی میں تبدیلی کب اور کیسے آئی؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

۱۔ مقدّس اگسٹین الجیریا کے قریب۔۔۔۔۔۔۔مقام پر پیدا ہوئے۔

۲۔ دو ان پڑھ افراد مقدّس۔۔۔۔۔۔۔کے حالاتِ زندگی پڑھ کر مسیحی ہوئے۔

۳۔ مقدّس اگسٹین کے دوست کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔تھا۔

۴۔ رومیوں کے نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے خط نے آپ کی مذہبی زندگی تبدیل کر دی۔

۵۔ چرچ نے مقدس اگسٹین کی خدمات کے صلے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا لقب عطا کیا۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ دنیائے مسیحیت میں ہر سال ۲۸ اگست کو مقدس اگسٹین کی عید منائی جاتی ہے۔	
۲۔ مقدّس اگسٹین مشہور مسیحی مصنف تھے۔	
۳۔ آپ کی والدہ نے آپ کی پرورش مسیحی تعلیمات کے مطابق نہیں کی تھی۔	
۴۔ مذہب سے دوری کے بعد آپ مقدس انتھونی کے خطبات سنتے تھے۔	
۵۔ کیتھولک چرچ میں ایک جماعت اگسٹین کے نام سے موجود ہے۔	

د: مقدس اگسٹین کی کچھ دعائیں جمع کر کے اپنی کاپی میں چپکائیں۔

ھ: مقدس اگسٹین کے متعلق ایک خوبصورت ویڈیو یوٹیوب پر Catholic Heroes نامی چینل سے اپ لوڈ کی گئی ہے۔ یہ ویڈیو دیکھ کر کلاس میں اس پر بات چیت کیجئے۔

www.youtube.com/watch?v=F5lD_X3QwIQ&list=PLyyhQB0CPbRNJEbh_kvUym9UFcuOVi8PV

فرہنگ

الفاظ	معانی
برتر	اونچا، بلند مرتبہ، بلند درجہ
مُقدّس	پاک
مُقرّب	مالکِ حقیقی کے قریب
پاکیزہ	گناہ سے پاک
لوٹ پوٹ ہونا	بے تاب اور مضطرب رہنا
خیر باد کہنا	ترک کر دینا، چھوڑ دینا

ابن مسکویہ

اخلاقیات کے استاد موہن لال صاحب کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے۔ طلبہ بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ موہن لال صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

"جی بچو! یہ بتائیے کہ آج ہم کس شخصیت کے متعلق بات کرنے والے ہیں؟"

بچوں نے ہم آواز ہو کر جواب دیا: "سر آج ہم "ابن مسکویہ" کے متعلق سیکھیں گے"۔

استاد محترم: شاباش بچو۔ ابن مسکویہ کا پورا نام "ابو علی احمد بن محمد بن یعقوب مسکویہ" تھا۔ آپ ۹۳۲ء میں ایران کے شہر "رَیّ" میں پیدا ہوئے۔ آپ ابن سینا اور البیرونی کے ہم عصر تھے۔ ابن مسکویہ کی زندگی کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ آپ ایک مشہور ادیب، مؤرخ، فلسفی اور تاریخ نگار تھے۔ آپ کا اپنا بیان ہے کہ آپ مشہور مفسر اور تاریخ دان ابن جریر طبری کے شاگرد تھے۔

ابن مسکویہ نے تاریخ کی ایک کتاب "**تَجارِبُ الاُمَمِ**" لکھی جسے طوفان نوح سے شروع کر کے ۹۳۱ء پر ختم کیا۔ ان کی ایک اور کتاب "**آدابُ العَرَبِ وَالفُرُس**" ہے جو ایرانیوں، عربوں، ہندوؤں، رومیوں اور مسلمانوں کی تصانیف سے ماخوذ اقوال کا مجموعہ ہے۔ آپ فلسفہ، شاعری، تاریخ نگاری، علم کیمیا، علم نباتات سمیت بہت سے علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے لگ بھگ بیس کتابیں مختلف موضوعات پر تحریر فرمائیں۔ لیکن آپ کے شہرت کی وجہ آپ کا اخلاقی فلسفہ ہے اور آپ کی کتاب "**تہذیب الاخلاق**" اس پر روشن دلیل ہے۔ اسلامی فلسفے کی دنیا میں آپ کو بلاشبہ فلسفۂ اخلاقیات کا امام قرار دیا جاسکتا ہے۔
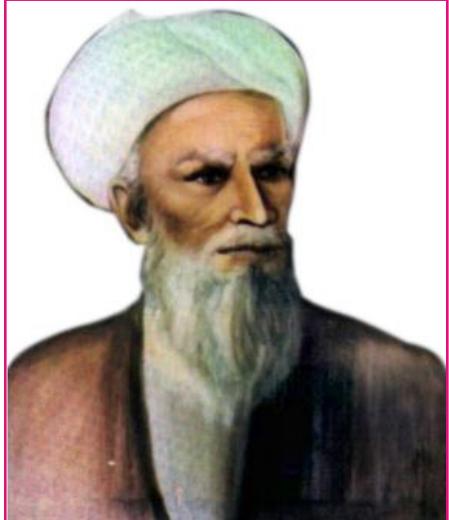
کتاب تہذیبُ الاَخلاق

ابن مسکویہ کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں، مگر ان کی سب سے شہرۂ آفاق کتاب ''تہذیبُ الاَخلاق'' ہے۔ اس کتاب کا پورا نام ''تہذیبُ الاَخلاق وَ تطهیر الاَعراق'' ہے۔ یہ کتاب اخلاقیات کے متعلق ہے اور سات ابواب پر مشتمل ہے۔

کتاب کے پہلے باب میں روح اور حکمت پر بحث کی گئی ہے۔ بعد کے ابواب میں خُلق اور اس کی اقسام، خیر اور سعادت اور ان کے فضائل پر بحث ہے۔ یہ کتاب ابن مسکویہ کی مشہور ترین کتاب ہے اور ہندوستان، استنبول، قاہرہ، اور بیروت میں کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ مشہور مسلمان فلسفی نصیر الدین طوسی نے اپنی کتاب اخلاق ناصری میں ابن مسکویہ کی کتاب ''تہذیب الاخلاق'' سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ تہذیب الاخلاق کے علاوہ ''الفوز الاکبر'' اور ''کتاب السِّیَر'' بھی علم اخلاقیات پر آپ کی تصانیف ہیں۔ اخلاقیات میں ابن مسکویہ کی تصانیف پر نظر ڈالی جائے تو بجا طور پر کہنا پڑتا ہے کہ اس موضوع پر ان کا رتبہ ابن سینا سے بھی اونچا ہے۔ اس دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ نصیر الدین طوسی جیسے عالم نے اپنی کتاب اخلاق ناصری میں تہذیب الاخلاق کو مقدم رکھا ہے۔

فلسفے میں ابن مسکویہ اگرچہ ارسطو سے متاثّر اور اپنے فلسفیانہ افکار میں الِکندی سے قریب ہے۔ اس کے باوجود اس کی حیثیت ایک ایسے مفکر کی نہیں جو اساتذۂ فن کی رائے جوں کی توں بیان کردے۔ آپ نے تاریخ کا مطالعہ بھی ایک فلسفی اور سائنسدان کی حیثیت سے کیا۔ لہٰذا واقعات سے زیادہ دل چسپی دکھانے کے بجائے ان کے اسباب جاننے پر توجہ دی۔ مثلاً کوئی واقعہ کیوں رونما ہوتا ہے؟ کیا یہ دوبارہ رونما ہو سکتا ہے؟ اس واقعے سے کیا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے؟

علمِ اخلاقیات میں ابن مسکویہ کا نظریہ سعادت بھی بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ فارابی کی طرح ابن مسکویہ بھی انسان کو سماجی حیوان قرار دیتا ہے۔ اس کا ماننا ہے کہ انسانیت کی معراج یہ ہے انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے انسانیت کا مکمل ترین نمونہ بن جائے۔ انسان باہمی تعاون کی بدولت ایسا معاشرہ تشکیل دیں جہاں سب خوش باش رہتے ہوں۔

نظم و نثر میں بھی ابن مسکویہ کا شمار اس فن کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی شگفتہ تحریر سے فلسفے کی زبان کو

وسعت اور رونق حاصل ہوئی۔ نظم و نثر میں اگرچہ آپ کی تحریریں زیادہ تعداد میں دستیاب نہیں، لیکن بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا اسلوبِ بیان فارابی اور ابن سینا دونوں سے زیادہ واضح، زیادہ سلیس اور زیادہ شیریں ہے۔

سبق کا خلاصہ

ابن مسکویہ ۹۳۲ء میں ایران کے شہر "رَیّ" میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک مشہور ادیب، مُؤرّخ اور فلسفی تھے۔ آپ کی تاریخ پر مشہور کتاب "**تجارب الامم**" ہے۔ اقوال پر مبنی ایک کتاب "**آداب العرب والفرس**" ہے۔ ان کے علاوہ تقریباً بیس کتابوں کے مصنف تھے۔ سب سے زیادہ شہرت یافتہ کتاب "**تہذیب الاخلاق**" ہے۔ ابن مسکویہ کی یہ مشہور ترین کتاب استنبول، قاہرہ اور بیروت وغیرہ میں کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ علم اخلاقیات پر ان کی دو اور مشہور کتابیں "**الفوز الاکبر**" اور "**کتاب السیر**" ہیں۔ فلسفے میں ابن مسکویہ ارسطو اور الکندی سے متاثر تھے اور تاریخ کا مطالعہ بھی ایک فلسفی اور سائنس دان کی طرح کرتے تھے۔ نظم و نثر میں بھی خوب مہارت رکھتے تھے اور آپ کی شگفتہ تحریر سے فلسفے کی زبان کو وسعت اور رونق ملی۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھئے۔

۱۔ ابن مسکویہ کے حالات زندگی پر نوٹ لکھئے۔

۲۔ ابن مسکویہ کی کچھ تصانیف کے نام بتایئے اور کتاب تہذیب الاخلاق پر روشنی ڈالیے۔

۳۔ ابن مسکویہ کو کن کن علوم میں مہارت حاصل تھی؟

۴۔ "ابن مسکویہ نے تاریخ کا مطالعہ فلسفی اور سائنس دان کی حیثیت سے کیا۔" اس جملے کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجئے۔

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجئے۔

ا۔ ابن مسکویہ مشہور۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔ابن جریر طبری کے شاگرد تھے۔

۲۔ کتاب تجارب الامم میں۔۔۔۔۔۔سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تک کے ادوار کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۳۔ ابن مسکویہ نے لگ بھگ۔۔۔۔۔۔۔کتابیں مختلف موضوعات پر تحریر کیں۔

۴۔ کتاب تہذیب الاخلاق کا پورا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

۵۔ اخلاقیات پر ابن مسکویہ کی تصانیف کا جائزہ لیا جائے تو اس کا رتبہ۔۔۔۔۔۔۔۔سے بھی اونچا محسوس ہوتا ہے۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

ا۔ مسلمان فلسفیوں میں سے ابن مسکویہ کو منطق کا امام قرار دیا جا سکتا ہے۔	
۲۔ ابن مسکویہ کی کتاب "آداب العرب والفرس" اخلاقیات کی کتاب ہے۔	
۳۔ نظم و نثر میں ابن مسکویہ کی لاتعداد تصانیف دستیاب ہیں۔	
۴۔ "الفوز الاکبر" نصیرالدین طوسی کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف ہے۔	
۵۔ خیر اور سعادت اور ان کے فضائل پر بحث "کتاب السیر" میں کی گئی ہے۔	

د: ابن مسکویہ کے متعلق بچے گروپ بنا کر گفتگو کریں۔

ھ: استاد بچوں سے معلوم کرے کہ انھوں نے کیا گفتگو کی اور نکات کی صورت میں بلیک بورڈ پر لکھے۔

فرہنگ

الفاظ	معانی
ہم عصر	ہم زمانہ، ایک زمانے کے لوگ۔
مُفَسّر	تفسیر کرنے والا۔
امام	کسی علم میں سب علماء سے بڑا۔
خَلق	مخلوق، مالکِ حقیقی کی تخلیق۔
خیر	نیکی
سعادت	خوش بختی، خوش قسمتی
فضیلت (ج) فضائل	نیک اور پسندیدہ خصلتیں
خاطر خواہ استفادہ	کسی چیز سے بہت حد تک فائدہ اٹھانا
اساتذۂ فن	کسی فن کے ماہر استاد
شگفتہ	خوش، فرحت دینے والا
بلاخوفِ تردید	یعنی ایسی بات، جسے کہتے ہوئے یہ خوف نہ ہو کہ لوگ اسے درست ماننے سے انکار کردیں

ابراہام لنکن

اخلاقیات کے استاد موہن لال صاحب کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے۔ بچے تعظیماً کھڑے ہو گئے اور سلام کیا۔ استاد محترم نے بچوں کو بیٹھنے کا حکم دیا اور کہا: بچو! آج ہم آپ کو ابراہام لنکن کے بارے میں بتائیں گے۔ سب بچے خوش ہو گئے اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے۔
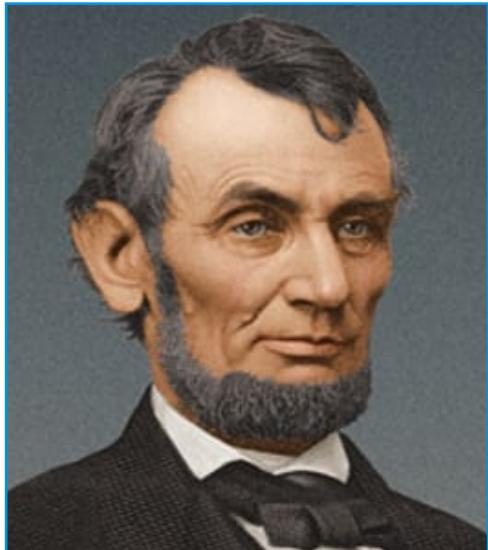
استاد محترم نے بتانا شروع کیا: "پیارے بچو! امریکا کی تاریخ میں ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب گورے لوگ کالے لوگوں کو غلام بنا لیا کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے غلاموں کو مار پیٹ کرتے اور انھیں مجبور کرتے تھے کہ ان کے لیے مفت کام کریں۔ اس تاریکی اور جہالت کے دور میں امریکی ریاست کینٹکی میں ایک بہت ہی غریب شخص تھامس لنکن اپنی بیوی نینسی لنکن کے ساتھ رہتا تھا۔ ۱۲ فروری ۱۸۰۹ء کے دن ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جس نے بڑے ہو کر نہ صرف غلامی کا خاتمہ کر دیا، بلکہ امریکا کا ۱۶ واں صدر بھی منتخب ہوا۔ اس بچے کا نام ابراہام رکھا گیا۔

آپ کے والدین غریب کسان تھے۔ آپ کی پیدائش لکڑی سے بنے ہوئے ایک کمرے کے جھونپڑے نما گھر میں ہوئی۔ ابراہام ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد کو کاروبار میں بہت نقصان اٹھانا پڑا اور وہ دیوالیہ ہو گئے۔ انھوں نے بیوی بچوں کو لیا اور کینٹکی کٹ سے ریاست انڈیانا منتقل ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کی۔ ابراہام کی عمر نو سال ہوئی تو والدہ کا شفیق سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس وقت آپ کی بڑی بہن سارہ نے ماں کی طرح آپ کی پرورش کی۔ ابراہام بچپن ہی سے ایسے صاف ستھرے اور بے داغ کردار کے مالک تھے کہ آپ "دیانت دار" کے عُرف سے مشہور ہو گئے تھے۔

ابراہام کی رسمی تعلیم بہت کم تھی لیکن اسے کتابوں سے عشق تھا اور وہ سیکھنے کے بہت جویا تھے۔ آپ نے جو کچھ سیکھا اس کا زیادہ حصہ خود اکتسابی پر مشتمل اور ان کتابوں کا مرہونِ منت تھا جو آپ لائبریریوں سے لا کر پڑھا کرتے تھے۔

کچھ عرصے بعد ابراہام کا خاندان انڈیانا سے ریاست ''الی نوائس'' منتقل ہو گیا۔ یہ آپ کے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ اس دور میں آپ نے مختلف نوعیت کی چھوٹی موٹی ملازمتیں کیں۔ حتّٰی کہ کچھ عرصے کے لیے تو کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹتے رہے تاکہ اپنی روزروٹی کما سکیں۔ جلد ہی آپ نے سیاست میں قدم رکھا اور ری پبلکن پارٹی کی طرف سے ریاست الی نوائس کی قانون ساز اسمبلی کی نشست جیت لی۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۵ سال تھی۔

آپ کی کامیابی کا یہ سلسلہ رکا نہیں بلکہ اس کے بعد کئی بار آپ اسی نشست سے منتخب ہوتے رہے۔ اسی عرصے میں آپ نے قانون کا امتحان پاس کر لیا۔ ۱۸۴۵ء میں آپ نے قومی قانون ساز اسمبلی کا انتخاب لڑا، جسے امریکا میں کانگریس کہا جاتا ہے۔ آپ اس انتخاب میں کامیاب ہو کر کانگریس میں خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد دوبارہ کچھ عرصے تک وکالت کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے امریکی سینیٹ کا انتخاب لڑا۔ اس میں کامیاب تو نہ ہو سکے لیکن انتخابی مہم کے دوران غلامی کی مخالفت میں آپ نے کھل کر تقریریں کیں۔ ایک موقع پر آپ نے کہا:

> ''مجھے قدرت نے غلامی کا مخالف بنا کر پیدا کیا ہے۔ اگر غلامی غلط نہیں ہے تو کچھ بھی غلط نہیں۔ میری زندگی میں ایسا کوئی لمحہ نہیں گزرا جب میں نے غلامی کے متعلق سوچ کر اس کی مذمت نہ کی ہو۔''

ایک اور موقع پر فرمایا:

> ''جو لوگ دوسروں کو آزادی دینے سے انکار کر دیتے ہیں، انھیں خود بھی آزاد رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر مالکِ حقیقی عادل ہے تو ایسے لوگ اپنی آزادی برقرار نہیں رکھ پائیں گے کیونکہ یہ اس کی مخلوق کو غلام بناتے ہیں۔''

غلامی کے متعلق آپ کا دلیرانہ اور جارحانہ موقف سامنے آنے پر آپ کو ملک کے طول و عرض میں ہر خاص و عام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۸۶۰ء کے صدارتی انتخابات میں آپ نے ری پبلکن پارٹی کی طرف سے کامیابی حاصل کی اور مارچ ۱۸۶۱ء میں ایک انتہائی غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والا بچہ اپنی محنت اور لگن کی بدولت امریکا کا صدر منتخب ہو گیا۔

آپ کو عہدۂ صدارت سنبھالے ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ ۱۲ اپریل ۱۸۶۱ء میں جنوبی کیرولینا کے ایک مقام فورٹ سمٹر میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ خانہ جنگی چار سال تک جاری رہی اور اس کا خمیازہ امریکی قوم کو چھ لاکھ لوگوں

کی جانیں گنوا کر بھرنا پڑا۔ ابراہام لنکن کو اس دوران بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، لیکن اپنی معاملہ فہمی اور حکمت کی بدولت آپ نے وفاق کو متحد رکھا اور اسے ٹوٹنے نہیں دیا۔

یکم جنوری ۱۸۶۳ء کے دن آپ نے ایک ''فرمانِ آزادی'' جاری کیا۔ اس فرمان کی رو سے وفاق کے ساتھ منسلک تمام ریاستوں میں غلاموں کو آزاد کر دیا گیا۔ اگرچہ اس وقت تمام غلام آزادی حاصل نہ کر پائے، لیکن بہر حال اس فرمان سے آئین میں تیرھویں ترمیم کی راہ ہموار ہوگئی جس کی رو سے پورے امریکا میں غلامی پر پابندی لگا دی گئی۔ ابراہام لنکن کو بلاشبہ جدید امریکا کا عظیم ترین مُصلح قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۱۵ اپریل ۱۸۶۵ء کو واشنگٹن ڈی سی میں ایک شَقیّ القلب شخص نے آپ پر قاتلانہ حملہ کرکے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سترہویں صدی کے امریکا میں غلامی اور نسلی امتیاز عام تھا۔ غلاموں کو مارا پیٹا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے مالکوں کے لیے بلامعاوضہ کام کریں۔ جہالت کے اس دور میں امید کی ایک کرن پھوٹی اور ۱۸۰۶ء میں ایک غریب کسان تھامس اور اس کی بیوی نینسی کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام ابراہام لنکن رکھا گیا۔

ابراہام ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بڑی بہن نے ماں بن کر اس بچے کو پالا۔ ابراہام تھوڑے بڑے ہوئے تو گھر میں غربت کے ڈیرے دیکھے۔ تاہم انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ انہیں اسکول جا کر باقاعدہ رسمی تعلیم حاصل کرنے کا موقع تو زیادہ نہ ملا مگر انہوں نے کتاب کے ساتھ دوستی کا تعلق ہمیشہ برقرار رکھا اور علم میں ترقی کرتے رہے۔ اس دوران چھوٹی موٹی نوکریاں کرکے گھر والوں کا ہاتھ بٹایا کرتے۔ آپ نے اپنا کام ہمیشہ ایسی دیانت داری سے کیا کہ آپ کا نام ہی ''ایماندار ابراہام'' مشہور ہوگیا۔

آپ نے نوجوانی کے زمانے میں سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا اور اپنی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کی نشست جیت لی۔ اس کے بعد آپ قومی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور پھر ایک ایسا دن آیا کہ غریب کسان کا یہ بچہ امریکا کا صدر بنا۔ بحیثیت صدر آپ نے ۱۸۶۱ء کی بدترین خانہ جنگی میں اپنی قوم کو متحد کرکے رکھا اور یکم جنوری ۱۸۶۳ء کو ایک قانون پاس کرکے غلامی پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پابندی عائد کر دی۔ ابراہام لنکن کو بلاشبہ جدید امریکا کا مُصلح قرار دیا جاسکتا ہے۔ ۱۵ اپریل ۱۸۶۵ء کو واشنگٹن ڈی سی میں آپ پر ایک قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ جاں بر نہ ہوسکے۔

سرگرمی برائے طلبہ و طالبات

الف: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔

۱۔ ابراہام لنکن سیاست کے میدان میں کیسے اپنے آپ کو منوایا؟
۲۔ آپ کے خیال میں ابراہام کی مقبولیت کا بنیادی سبب کیا تھا؟
۳۔ امریکی صدر بننے کے بعد آپ نے غلامی کا خاتمہ کیسے کیا؟

ب: ذیل میں دی گئی خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پر کیجیے۔

۱۔ ابراہام کی والدہ کے انتقال کے بعد ان کی پرورش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے کی۔
۲۔ ابراہام کا خاندان انڈیانا سے ریاست۔۔۔۔۔۔۔۔منتقل ہو گیا تھا۔
۳۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے صدارتی انتخابات میں آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔
۴۔ آپ کی صدارت کے عرصے میں۔۔۔۔۔۔۔میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

ج: ذیل میں دیے گئے بیانات پڑھ کر صحیح (✓) یا غلط (✗) کا نشان لگائیے۔

۱۔ ابراہام لنکن ایک تاجر کے گھر پیدا ہوئے۔	
۲۔ آپ نے قومی قانون ساز اسمبلی میں کامیابی حاصل کی۔	
۳۔ آپ ہمیشہ آزادی کے خلاف تقاریر کرتے رہے۔	
۴۔ دورانِ صدارت آپ نے فرمانِ آزادی جاری کیا۔	
۵۔ ابراہام کے صدر بننے کے ایک مہینہ بعد خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی۔	

د: ذیل میں ایک خط دیا جا رہا ہے۔ یہ خط ابراہام لنکن نے اپنے بیٹے کے استاد کو لکھا تھا۔ اس خط کو جماعت میں بآوازِ بلند پڑھیے اور اس پر گفتگو کیجیے۔

قابلِ احترام استاد صاحب! مجھے پتہ ہے کہ یہ تو میرا بیٹا جان ہی جائے گا کہ تمام انسان انصاف پسند نہیں ہوتے ہیں اور اس طرح تمام انسان سچے بھی نہیں ہوتے، مگر آپ اسے سکھلائیں کہ ہر لفنگے کے مقابل ایک نیک صفت بہادر شخص بھی ضرور ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی ہر لالچی سیاستدان کے مقابلے میں ایک بے لوث رہنما بھی ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اسے سکھا دیجیے کہ ہر دشمن کے مقابلے میں ایک دوست بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ اسے سیکھنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اسے یہ بھی ضرور بتائیں کہ خون پسینے سے کمایا گیا ایک ڈالر ان پانچ ڈالروں سے زیادہ قیمتی ہے، جو مفت میں مل جائیں۔ اسے ہار برداشت کرنا اور جیت کو منانا بھی سکھائیں۔ اسے حسد سے بچانے اور خاموش ہنسی کا راز بھی بتائیں۔ اسے سکھلائیے گا کہ ظالموں کو ہرانا نہایت آسان ہوتا ہے۔ اسے کتابوں کی قدر و قیمت سے بھی آگاہ کیجیے گا۔ اسے سمجھائیں کہ خاموشی سے آسمان کی طرف اڑنے والے پرندوں، سورج سے لطف اندوز ہونے والی مکھیوں، اور سبز پہاڑوں پر اگے ہوئے پھولوں کے لافانی بھیدوں پر بھی غور کرے۔ اسکول میں اسے سکھائیے کہ نقل کر کے پاس ہونے سے فیل ہونا زیادہ قابلِ عزت ہے۔ اسے یہ باور کرائیے کہ انسان کو اپنے مثالی کردار پر اعتبار ہونا چاہیے، قطع نظر اس بات سے کہ کوئی بھی اس سے یہ کہے کہ وہ غلط ہیں۔ اسے بتا دیجیے کہ وہ نرم اور شائستہ لوگوں سے نرمی اور شائستگی کا مظاہرہ کرے اور سخت گیر لوگوں سے سختی سے پیش آئے۔ میرے بیٹے کو یہ قوت عطا کیجیے کہ وہ ہجوم کے پیچھے نہ چلے۔ اسے یہ کہیے کہ وہ سب کی سنے، پر ان کو کھنگالنے کے بعد عمل اس بات پر کرے جو سچائی کی کسوٹی پر پوری اترتی ہو۔ اسے سکھا دیں کہ غم کی حالت میں کیسے ہنسا جاتا ہے اور اسے بتا دیں کہ آنسو بہانے میں کوئی شرم نہیں۔ اسے نکتہ چینوں کو دھتکارنے کا طریقہ بتائیں اور خوشامدیوں سے خبردار کریں۔ اسے کہہ دیں کہ اپنی طاقت، قوت اور دماغ کو زیادہ سے زیادہ بولی دینے والے کے ہاتھ فروخت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر وہ کبھی بھی اپنے دل یا روح پر کسی کو بولی لگانے کی اجازت نہ دے۔ اسے سکھائیے کہ وہ شور مچانے والے ہجوم پر کان تو ضرور دھرے، لیکن اگر وہ یہ سمجھے کہ راہِ حق پر ہے تو اس سے مقابلہ کرے۔

استاد محترم! آپ بے شک اس سے نرمی سے پیش آئیے گا، مگر اس کے زیادہ لاڈ مت اٹھائیے گا، کیونکہ لوہا آگ کی بھٹی سے گزر کر ہی فولاد بنتا ہے۔

ھ: ابراہام لنکن کی کچھ تصاویر جمع کر کے کاپی میں لگائیے۔

و: ابراہام لنکن کی زندگی پر بچوں کے لیے ایک مختصر کتاب کا لنک دیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کو کوئی ایک بچہ ڈاؤن لوڈ کر کے لائے اور پھر سب لوگ مل کر پڑھیں۔

http://www.libgen.io/ads.php?md5=7BA583DBCFECBA54694CD28FA152ABE3

فرہنگ

الفاظ	معانی
ہمہ تن گوش	پوری توجہ سے سننا۔
دیوالیہ	کاروبار میں اتنا نقصان اٹھانا کہ کچھ بھی باقی نہ بچے۔
جویا	جستجو کرنے والا، تلاش کرنے والا۔
خود اکتسابی	اپنی مدد آپ کے تحت حاصل کرنا۔
جارحانہ	تیز مزاج، جنگجویانہ۔
مُصلح	اصلاح کرنے والا۔
شَقِیّ القَلب	بدبخت، بدنصیب، برے دل والا۔